عطار ہو، رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی !!

اِدارۂ اشرفیہ عزیزیہ کا ترجمان

ماہنامہ غزالی

جمادی الثانی ۱۴۳۱ھ/ جون ۲۰۱۰ء

RegNo.P476

جلد:ھشتم

شمارہ:10

فہرست

فی شمارہ: 15/- روپے

سالانہ بدل اشتراک: 180/-روپے

ملنے کا پتہ: پوسٹ آفس بکس نمبر1015، یونیورسٹی کیمپس، پشاور۔

ای۔میل: physiologist72@yahoo.com

mahanama_ghazali@yahoo.com <<<

saqipak99@gmail.com

ویب سائٹ: www.iaa.org.pk

ذِکرالٰھی (قسط۔۱۴)

(حضرت مولانا اشرف صاحب سلیمانیؒ)

اِبن قیمؒ کی بحث کا حاصل یہ ہے کہ اسم 'اللہ' جملہ اسمائے حسنیٰ کا جامع اور تمام صفاتِ جمال و کمال وجلال پر حاوی ہے اور یہی اسم علم وذات ہے جس کی طرف باقی اسماء کی نسبت ہوسکتی ہے۔

علامہ آلوسی بغدادی روح المعانی میں حجۃ الاسلام امام غزالیؒ سے 'اللہ' کے بارے میں نقل کرتے ہیں:

" 'اللہ' کا نام اللہ تبارک وتعالیٰ کے ننانوے ناموں میں سب سے بڑا ہے کہ یہ اس ذات (عالی) پر دلالت کرتا ہے۔ جو جملہ صفاتِ الٰہیہ کی جامع ہے اور باقی تمام اسماء مفرد مفرد معنیٰ پر دلالت کرتے ہیں مثلاً علم یا قدرت یا فعل وغیرہ پر اور یہ اللہ تعالیٰ کا خاص نام ہے۔ جس کا اطلاق کسی غیر پر حقیقتاً یا مجازاً نہیں کیا جاسکتا اور تمام اسماء کے ساتھ دوسروں کو بھی موسوم کیا جاسکتا ہے جیسے قادر، علیم رحیم وغیرہ، اورالرحمٰن بھی 'غیر اللہ' کا نام نہیں رکھا جاسکتا۔ اوراس وجہ سے الرحمٰن کا نام 'اللہ' کے نام کے قریب ہے....."

(روح المعانی ص۔۱۱۶، ج۔۴)

امام نوویؒ حدیث:۔ اِنَ لِلّٰہ تسعة و تسعین اسما. ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں۔ کی شرح میں لکھتے ہیں:

"امام خطابی وغیرہ نے کہا ہے کہ یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کا مشہور ترین نام 'اللہ' ہے کہ باقی اسماء کی اضافت اس کی طرف کی گئی ہے اور یہ بھی روایت کیا گیا ہے کہ 'اللہ' (خدا تعالیٰ کا) سب سے بڑا نام ہے۔

اور ابوالقاسم الطبر ی نے کہا ہے کہ اِسی نام مبارک کی طرف باری تعالیٰ کے تمام نام منسوب کئے جائیں گے (مثلاً) یوں کہا جائے گا کہ الروف والکریم، اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ہیں، اور یوں نہیں کہا جائے گا کہ 'اللہ' الرؤف یا الکریم کا نام ہے (مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسم علم ہے باقی اسماء صفاتی ہیں)۔ (النووی برشرحِ صحیح مسلم، ص۳۴۲، ج۔۲)۔

ان اقتباسات سے اسم 'اللہ' کی اہمیت وعظمت وجامعیت کا کچھ اندازہ ہوگیا ہوگا اس لئے

بعض حضرات کا مجرد ذکر 'اللہ' پر اعتراض ان کا تفرد ہے جو جمہور علماء و صوفیہ کے مسلک کے خلاف ہے۔ گذر چکا کہ نصوصِ قرآنی

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰى . (بنی اسرائیل۔۱۱۰)

ترجمہ: آپ فرما دیجئے (باری تعالیٰ کو) خواہ اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر پکارو جس نام سے بھی اسے پکارو گے اس کے اچھے نام ہیں۔

اور اللہ ہی کیلئے سب اچھے نام ہیں اس کو ان ناموں سے پکارو، سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اُس کے مفرد ناموں سے پکارا اور یاد کیا جاسکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جب جملہ ناموں سے اللہ تعالیٰ کو پکارا جاسکتا ہے تو اس کا اسم علم جو (اپنی جامعیت و معنویت میں جملہ صفات عالیہ اور اسمائے حسنیٰ کو اپنے میں لئے ہوئے ہے) بطریق اولیٰ پکارے جانے اور یاد کئے جانے کے لائق ہے۔ مزید براں،

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ (المزمل۔۸) ترجمہ: اپنے رب کو اس کے نام سے پکارو۔

'اسم' عام ہے جو ذکر 'اسمی' پر وضاحتہً دلالت کرتا ہے۔ اسی طرح وہ احادیث مبارکہ جن میں ذکرِ عمومی کی ترغیب دی گئی ہے ان میں کسی خاص ذکر کو معین نہیں کیا۔ بلکہ صحیح مسلم کی حدیث میں صاف وارد ہے۔

عن انسؓ ان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه و سلم قال لا تقوم الساعة حتى لايقال فى الارض اللّٰه اللّٰه و فى رواية لاتقوم الساعة على احد يقول اللّٰه اللّٰه .

(مشکوٰۃ،ص۔۴۸۰، بحوالہ مسلم)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ ایسی حالت ہو جاوے کہ دنیا میں اللہ اللہ نہ کہا جائے اور ایک روایت میں ہے کہ قیامت کسی ایسے شخص پر قائم نہیں ہوگی جو اللہ اللہ کہتا ہو۔

یہاں اسم مفرد 'اللہ' کا ذکر مکرر آیا ہے۔ شیخ الکل حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

" بعض کا اس طریق ذکر (یعنی ذکر مجرد باسم اللہ) پر اعتراض ہے کہ صرف اللہ اللہ مفرد ہے اس لئے نہ کسی معنی جزی کو مفید ہے نہ معنی انشائی کو، پھر اس ذکر بے معنی سے کیا فائدہ، مگر اس حدیث میں

خود اسی افراد کو مقول بنایا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ محض اسی کا تکرار بھی مشروع ہے اور معنی کچھ جز اور انشاء میں منحصر نہیں۔ اگر اس سے تبرک و استحضار محض ہی مقصود ہو تو بے معنیٰ اور غیر مفید کیوں ہوگا۔ ارشاد خداوندی وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ ظاہر الفاظ سے محض اسم کے ذکر کو بھی عام ہے (نیز یہ بھی توجیہ ہوسکتی ہے کہ حرف ندا محذوف ہو، اور اس کا حذف نام کے شوق ولذت[1] میں عموماً شائع ہے)۔

(التکشف عن مہمات التصوف، ص۔۴۶۹)

ایک دوسری حدیث سے بھی ''مجرد اسم'' کے ذکر و تکرار کا جواز معلوم ہوتا ہے۔ علامہ ابن کثیرؒ نے ابن مسعودؓ کی ایک طویل حدیث نقل کی ہے جس میں حضرت بلالؓ کے متعلق ہے:

کہ حضرت بلالؓ کو لڑکوں کے حوالے کر دیا جاتا تھا اور وہ انہیں مکہ کی گھاٹیوں میں پھراتے رہتے تھے۔ اس اثنا میں حضرت بلالؓ پیہم 'احد احد' کا ذکر کرتے رہتے تھے۔ حدیث کے الفاظ ہیں **وھو یقول احد احد** :۔ اور حضرت بلال اس اثنا میں احد احد پکارتے رہتے تھے۔

(البدایۃ والنہایۃ، ص۵۸، ج۔۱)

ابن اسحاق کی دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب بلالؓ کی چھاتی پر پتھر کی سل رکھ دی جاتی تھی اور انہیں دھمکایا جاتا تھا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے اگر انکار نہیں کرو گے اور لات عزیٰ کی عبادت نہیں کرو گے تو تمہیں اسی طرح اذیتیں دے کر ختم کر دیا جائے گا۔ اس وقت بھی وہ پیہم 'احد احد' کا ذکر کرتے رہتے تھے۔ (البدایۃ والنہایۃ، ص ۵۷۔۵۸، ج۔۱، سیرۃ ابن ھشام، ص۔۳۱۸، ج۔۱)

اِس روایت سے صاف ظاہر ہے کہ 'احد احد' بلال کا دائمی ذکر تھا جسے وہ وظیفہ کے طور پر ہر وقت پڑھتے رہتے تھے۔ اس سے 'احد احد' کے ذکر کی مشروعیت ثابت ہوتی ہے۔ پس جب 'احد احد' کا ذکر جائز ہے تو اللہ اللہ کا ذکر بھی ناجائز نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ علامہ عابدینؒ شامی تحریر فرمایا ہیں۔

''ہشام نے محمد سے اور انہوں نے ابو حنیفہؒ سے روایت کیا ہے۔ کہ 'اللہ' اللہ کا سب سے بڑا نام ہے اور یہی امام طحاوی اور علماء اور عارفین کے کثیر طبقہ کا قول ہے۔ یہاں تک کہ ان کے نزدیک 'اللہ' کے

---

[1] آخری عبارت جو قوسین میں لکھی گئی ہے۔ التکشف کے حاشیہ پر عربی میں ہے۔ فقیر نے اس کا بامحاورہ ترجمہ کر دیا ہے۔

ذکر سے بڑھ کر کوئی دوسرا ذکر نہیں۔ جیسا ابن اسیر حاج (کی کتاب) ''التحریر'' میں ہے۔

(ردالمحتار علی درالمختار، ص٦)

علامہ بدرالدین یعنی حدیث شریف **للّٰہ تسعہ وتسعون اسماً الخ** کی شرح کے ضمن میں لکھتے ہیں:۔

المراد بالحفظ القرأة بظهر القلب فيكون كنايته عن التكرار لان الحفظ يستلزم التكرار . (عمدۃ القاری، ص۲۹، ج۲۲)

اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کے ننانویں ناموں کے یاد کرنے اور حفظ سے مراد ان کا دل (کی یاداشت) سے پڑھنا ہے۔ پس یہ (حفظ کا لفظ) تکرار سے کنایہ ہے کہ حفظ کیلئے تکرار لازم ہے۔

خلاصہ مذکور کی اس تشریح سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حدیث مذکور میں اسمائے الٰہیہ کی تکرار کی طرف رغبت دلائی گئی ہے اور ذکر اسمایا ذکر اسم ذات کا بھی یہی منشا ہے۔

غرض ''ذکر مجرد اسمی'' کی مشروعیت نصوص سے ثابت ہے اور یہی جمہور علماء اور صوفیہ کا مسلک ہے، اسم (پروردگار) کے بابرکت ہونے پر نص صریح وارد ہے۔

تَبَارَکَ اسْمُ رَبِّکَ ذِی الْجَلَالِ وَالْاِکْرَام. (الرحمٰن:۳۰)

ترجمہ: آپ کے عظمت واحسان والے پروردگار کا نام بڑا بابرکت ہے۔

جب اس نام کو بار بار لیا جائے گا تو اس کی برکات سے قلب وروح منور ہو جائے گا اور اس کی تکرار اندرون قلب میں متمکن ہو کر اسے بہار بنا دے گی اور حقیقت ذکر میسر آجائے گی۔ حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ ایک طالب کو ارقام فرماتے ہیں۔

''اللہ اللہ آپ زبان ہی سے کئے جائیے۔ انشاء اللہ تعالیٰ دل تک اثر کرے گا''۔

حضرت تھانوی قدس سرہٗ کا ملفوظ ہے:

''صاحبو غضب یہ ہے کہ کھٹائی مٹھائی کا نام لینے سے تو اثر ہو۔ کہ نام لینے سے منہ میں پانی بھر آئے اور خدا کے نام میں اثر نہ ہو''۔ حضرت والاؒ فرماتے ہیں:

تیرے یاد آنے سے ہر غم مٹ گیا   دار وئے ہر درد تیرا نام ہے

نام لیتے ہی نشہ سا چھا گیا ذکر میں تاثیر دورِ جام ہے

ے ذکرِ حق سے صیقلِ کامل ہوا
محو دل سے نقش ہر باطل ہوا

حضرت الشیخؒ کی کیفیتِ ذکر:

حضرت شیخ ؒ کی صحبت میں جنہیں بیٹھنے کی سعادت نصیب ہوئی ہے وہ جانتے ہیں کہ ان پر ذکر کا کس قدر غلبہ تھا اور حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ پر کیفیت ذکر کس طرح چھائی ہوئی تھی۔ ذکر کی تاثیر مجلس میں کھلی محسوس ہو جاتی تھی۔ سیدی قدس سرہٗ کو دیکھتے ہی مجلس کا وہ حال ہو جاتا تھا جسے مجذوبؒ نے اپنے ایک شعر میں بیان کیا ہے۔

ے یہ کون آیا کہ مدہم پڑ گئی لو شمعِ محفل کی
پتنگوں کے عوض اڑنے لگی چنگاریاں دل کی

انوارات ذکر قلوب کو مائل بذکر کر دیتے تھے، تھوڑی دیر کے بعد حضرت والا نوراللہ مرقدہٗ کی زبان اقدس بے ساختہ **لا الہ الا للہ یا اللہ اللہ** کی صدا نکل جاتی تھی، خود فرماتے ہیں۔

کس نے بھر دی یہ صدائے دلنواز ہر رگِ جاں ساز **الا اللہ** ہے
کوئی ہو آواز میرے کان میں ہر صدا آواز **الا اللہ** ہے
ہے اسی کی سانس انفاسِ حیات جو کوئی دم ساز **الا اللہ** ہے
دل سے ہوتا ہے ترانہ خود بلند قلبِ ذاکر ساز **الا اللہ** ہے
وجد میں جان ہے تو اعضا رقص میں جامِ مے آواز **الا اللہ** ہے

''ذاکر'' کا ذکر جب اس کے قلب و روح میں رچ جاتا ہے اور رسوخ حاصل کر لیتا ہے تو اس کی 'صورت وحال' ہی سالکین کے لئے ازدیادِ ذکر اور تقویتِ نسبت کا سبب بن جاتا ہے جن حضرات نے حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے اور جانا ہے وہ جانتے ہیں کہ نہ صرف قلبِ سلیمانی ؒ بلکہ قالبِ سلیمانیؒ بھی مفتاح الذکر بن چکا تھا۔

ایک مرتبہ ایک طالب سے جس کے قلب سے بے اختیار ''اللہ اللہ'' کی صدا نکل جاتی تھی۔

ارشاد فرمایا:۔

’’گو یہ کیفیت مجھے بھی پیش آتی ہے لیکن اصل ارادہ اور زبان سے ذکر کرنا ہے تاکہ ذاکر اس خیال سے کہ ذکر قلبی جاری ہے ذہول میں مبتلا نہ ہوجائے ،اس کے علاوہ نئے ارادہ کے ثواب سے محروم نہ رہے‘‘۔

حضرت شیخ نے تواضعاً اپنی کیفیت کو طالب کی حالت کے مشابہ قرار دے دیا۔ ورنہ جس تاثیر میں ڈوب کر حضرت والاؒ کے اندرون قلب سے یہ آواز نکلتی تھی۔ اس کا اندازہ حضرت والاؒ کی اپنی اس تحریر سے ہوجاتا ہے جو انہوں نے اپنے مرشد حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کو ایک خط میں لکھی ہے۔ ارقام فرماتے ہیں:۔

’’ذکر میں کبھی کبھی آواز ایسی دردمند ہوکر نکلتی ہے جیسے کسی دکھے ہوئے دل کے اندر سے نکلتی ہو۔ دو دفعہ تو ایسا نظر آیا کہ میں حالت نزع میں ہوں اور آواز آرہی ہے اور ایک دفعہ دیکھا کہ میں شہید ہوگیا ہوں اور آواز گلے سے نکل رہی ہے اور دونوں میں عجیب لذت روحانی پائی۔[۱]

ایک دوسرے احوال نامہ میں اپنے شیخ کامل کو لکھتے ہیں:

’’...........اس کے بعد ذکر میں ایسی کیفیت ہوئی ، کہ اللہ لفظ زبان سے محبت میں ڈوبا ہوا نکلنے لگا اور نکلتا رہا اور جسم میں ایسا رقص پیدا ہوا کہ بیٹھے بیٹھے عندالذکر جھومنے لگا اور معلوم ہوتا تھا کہ بوٹی بوٹی رقص میں ہے اور اگر خلاف شرع ہونے کا خیال نہ ہوتا ہے شاید میں اٹھ کر ناچنے تھرکنے لگتا۔ استغفراللہ ‘‘۔

اِن احوال کا اشارہ حضرت والاؒ نے اپنے اشعار میں بھی فرمایا ہے:

نام ان کا ہر نفس میں لب بہ یوں آیا کیا
تن سے جیسے روح بسمل مائل پرواز ہے

وجد میں جاں ہے تو اعضا رقص میں
جام مے آواز لا اللہ ہے

---

[۱] حکیم الامت مرشد تھانویؒ کا عارفانہ جواب سنئیے:۔ ’’ذاکرین کو ایسے حالات پیش آتے ہیں جو علامت ہے تاثیر ذکر کی اور یہ سب محمود ہیں مگر مقصود نہیں۔ مقصود وراء الوراء ہے جس میں لطافت محض ہے۔ جس کا ادراک بھی معض اوقات نہیں ہوتا۔ الا بعد العلم المستغاو من علوم الانبیاء.

گویہ ''احوال'' حضرتؒ کے ابتدائے سلوک کے ہیں۔لیکن ''تمکین'' و ''نہایتِ سلوک (عرفی)'' کے بعد بھی 'اللّٰہ' یا **لا الٰہ الا اللّٰہ** کی صدا اس سوز و گداز و درد و کرب سے نکلتی تھی کہ صاف '' آغشتہ بخون'' اور '' دل و جگر'' کے ٹکڑوں کی حامل معلوم ہوتی تھی۔

برادر معظم مولوی غلام محمد صاحب دام فیضہ شہادت دیتے ہیں:

''.......دوران گفتگو میں کبھی کبھی زبان مبارک سے بیساختہ '**اللّٰہ**' یا' **لا الٰہ الا اللّٰہ**' یا' **استغفر اللّٰہ**' کے کلمات آہستہ مگر اس قدر پُر سوز نکلتے تھے کہ سننے والے کے دل پر بجلی سی گر جاتی تھی بلکہ بعض اہل جذبہ افراد تو بے خود ہو جاتے تھے۔ (تذکرہ سلیمان، ص ۳۰۷)

ایک مرتبہ فقیر نے عرض کیا کہ ''حضرت ذکر کو کس طرح کرنا چاہیئے'' ارشاد ہوا

'' نالہ پابند نے نہیں ہے ''

پھر فرمایا: ع ' وہ طرزِ نالہ ہو جو اُن کو بے قرار کرے '

میرا ایک شعر ہے۔

ے وہ اپنے کانوں سے سنتے ہیں میرے نالوں کو
وہ طرزِ نالہ ہو جو اُن کو بے قرار کرے

ایک مرتبہ سفر میں حضرت قدس سرہٗ اور فقیر کا ایک ہی کمرہ میں قیام تھا، پچھلی رات میں نطقِ سلیمانی نے جب داؤدی لے میں ' **الا اللّٰہ** ' '**الا اللّٰہ** ' کا نغمہ ملکوتی ساز میں چھیڑا تو در و دیوار پر وجد کی کیفیت تھی اور سننے والا اپنی ہستی نغمات قدس میں گم کر چکا تھا۔

ے کیا بھری تاثیر میں مطرب تیری آواز ہے
جو تری محفل میں بیٹھا وہ سراپا ساز ہے

حضرت والاؒ کے بعض دیگر اشعار سے بھی حضرت کی کیفیت ذکر کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ارشاد فرماتے ہیں۔

لذتِ خلوت بیان کیا کیجئے ایک میں ہوں اور ان کا نام ہے
تیرے یاد آنے سے ہر غم مٹ گیا داروئے ہر درد تیرا نام ہے

نام لیتے ہی نشہ سا چھا گیا ذکر میں تاثیر دورِ جام ہے

دیکھنا ہو تو نگاہ شوق بن اس کی ہر سو بارگاہ عام ہے

بزم میں تنہا نظر آتا ہوں میں ایک میں ہوں اور خدا کا نام ہے

استحضار:۔

لفظ بیگانہ بھلا کیا ترجمانی کر سکیں شوقِ بے انداز پیچیدہ وہ میرے دل میں ہے

وا کرا ے مجنون! تو اپنے دیدہ مشتاق کو لیلیٰ پردہ نشین ہر پردۂ محمل میں ہے

ذکرِ حق سے صیقل کامل ہوا محو دل سے نقش ہر باطل ہوا

چار جانب بارش انوار ہے جلوہ فرما وہ مہِ کامل ہوا

رٹتا ہوں تیرا نام کرتا ہوں تیرا[1] کام آتا ہے نظر جب کچھ اپنے میں ذرا ہوش

معلوم نہیں کس دم فرمائیں مجھے وہ یاد نام انکا نہ ہو اے دل اک لمحہ فراموش

سجدہ میں جہاں سر ہے گویا وہ تیرا در ہے کیا کیا نہ کہا تجھ سے پایا جو سراپا گوش

حاصل ہے تصور میں کیفیت معراج کیا کیا نہ مزا پایا، پایا جو ہم آغوش

---

[1] حاصل سلوک ذکرِ دائم اور ہر حال میں طاعت الٰہی ہی ہے۔

(جاری ہے)

☆☆☆☆☆☆☆

اطلاع

سالانہ گرمائی اجتماع انشاء اللہ ۹ تا ۱۱ جولائی ایوب میڈیکل کالج ایبٹ آباد کی مسجد میں منعقد ہوگا۔ بسیں بعد از نماز جمعہ خانقاہ سے روانہ ہونگیں۔ کرایہ ۲۵۰ روپے فی ساتھی ہوگا۔ کھانا خانقاہ کی طرف سے ہوگا۔ ساتھی اپنا بسترہ ساتھ لائیں۔

بیان (۱۷۔۰۵۔۲۰۱۰)

(ڈاکٹر فدا محمد صاحب دامت برکاتہٗ)

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم!

ہم آج صبح گندم جمع کررہے تھے بارش کا خطرہ ہوگیا تھا، گندم پھیلائی ہوئی تھی خشک کرنے کیلئے، اسے جمع کررہے تھے۔ میں بھی کررہا تھا ساتھی بھی کررہے تھے۔ وقت تھوڑا تھا کام زیادہ تھا میں نے سوچا اب کیا کریں۔ میں نے دو گھسیٹنے والی چیزیں ڈھونڈ نکالیں جسے آپ لوگ کیا کہتے ہیں، وائپر Viper۔ تو دو وائپر کو ہم نے فرش پر گھسیٹا تو زیادہ کام ہوگیا۔ دوسرے ساتھیوں کو بھی سمجھ آگئی۔ ایک نے خود سوچا اور اس نے بوری کو سمیٹ کر رکھا اور پیچھے سے زور دینے لگا۔ کھینچنے پر دو گنا قوت لگتی ہے اور دھکیلنے پر آدھی لگتی ہے۔ Push پر آدھی ہے اور Pull پر ڈبل ہے۔ تو کام تھوڑی دیر میں ہم نے کرلیا۔ میں نے اُن سے کہا برخوردار یہ منصوبہ بندی اور اوزار ہیں۔ اوزار اور منصوبہ بندی سے آپ دس گنا زیادہ کام کرسکتے ہیں۔ بیس گنا بھی کام کرسکتے ہیں منصوبہ بندی سے اور اوزار سے قوت دس گنا بیس گنا زیادہ ہوسکتی ہے۔

خیر ہمارا انجینئرنگ کے ساتھ کیا کام ہے اور اوزاروں کے ساتھ کیا کام ہے ہم اپنے اوزاروں کی بات کرتے ہیں۔ تو ایسے ہی اللہ کے قرب میں ایک چلنا ہے خود سے، سوچا آدمی نے اور اس کے ذہن میں منصوبہ آیا میں یہ دینی کام کروں یا وہ دینی کام کروں۔ یہ اس کی اپنی سوچ ہے۔ اور ایک منصوبہ بندی کے تحت کرنا ہے یعنی سمجھدار لوگوں سے پوچھنا، منصوبہ بندی کرنا کہ کس وقت کیا کام کرنے کا زیادہ فائدہ ہے۔ اس سے آدمی کی کارکردگی بہت بڑھ جاتی ہے اور منزل بہت آسان ہوجاتی ہے، فائدہ بہت زیادہ ہوجاتا ہے۔

ایک بزرگ تھے ان کو قلب میں القا ہونے لگا کہ پاس میں جہاد ہورہا ہے اس میں جاکر شہید ہوجاؤ۔ آدمی محقق تھے، صاحبِ باطن تھے، بصیرت والے تھے۔ انہوں نے جب اس بات پر غور کیا تو ان کو اندازہ ہوا کہ باطن میں یہ الہام اُس رخ سے آرہا ہے جس رخ سے شیطانی القا ہوتا

ہے۔اس رخ سے جس سے رحمانی الہام یا الہامِ الٰہی ہوتا ہے اس طرف سے نہیں آرہا۔بڑی حیرت ہوئی کہ یا اللہ جہاد میں جا کر شہید ہونے کا القا ہے اور القا شیطانی ہے اس کی کیا وجہ ہے۔وہ مراقب ہوئے ،دھیان لگایا انہوں نے ،غور کرتے رہے تو ان کو پھر القائے رحمانی ہوا کہ تم جتنے آدمی تیار کر کے بھیج رہے ہو، جتنی مالی امداد تمہاری وجہ سے ہو رہی ہے، جتنا چندہ بھیج رہے ہو، جتنا کام کر رہے ہو اس سے جہاد کو بہت فائدہ ہو رہا ہے۔تو شیطان بھی گرو ہے اس نے حل نکالا کہ اس کا حل یہ ہے کہ اس کو ایک بار بھیج کر مروا دو کہ اس سے جان چھوٹے بس ایک شہادت کا اس کو ثواب ہو جائے سو شہادتوں کی بنیاد بنا ہوا ہے۔سارے جہاد کو کندھے پر اس نے اٹھایا ہوا ہے، سارے کام کو چلا رہا ہے اس سے جان چھوٹے تو یہ القائے شیطانی تھا۔جہاد میں جا کر مارے جانے کا القا ہو رہا ہے اور القا تھا شیطانی اور آدمی تھے محقق۔محققین کا یہ کمال ہوتا ہے کہ خود پا لیتے ہیں خود پا نہ سکیں تو اوروں سے مدد لیتے ہیں، پوچھتے ہیں ان سے مشورہ کرتے ہیں تو اس سے اللہ تعالیٰ تحقیقی بات تک اللہ ان کو پہنچا دیتا ہے اور جس کے نتیجے میں توانائی تھوڑی لگتی ہے، قوت تھوڑی لگتی ہے، کام بہت زیادہ ہو جاتا ہے۔تو ایک ان پڑھ جاہل آدمی کا کام کرنا، ایک اہلِ علم کا کام کرنا ہے۔تو یہ گویا اس کے پاس اوزار آگئے ہیں۔پھر اگر اللہ پاک اس کو توفیق دیدے، بصیرت والے مشائخ کے ساتھ اس کا ساتھ ہو گیا تو گویا اس کو منصوبہ بندی ہاتھ آگئی کہ اب تو یہ ایسی ترتیب سے کام کر رہا ہے کہ جس سے بے اندازہ اور بے پناہ فائدہ ہو رہا ہے۔

میں سرکاری گھر میں کام کر رہا تھا۔افغانی نئے نئے آئے تھے تو ان سے میں نے کہا یہ بڑی سِل ہے سیمنٹ کی، اس کو توڑو اور پھر نکالو۔انہوں نے پتھر لے کر اس کو کوٹنا شروع کیا، کوٹ کوٹ کر شامت ہو گئی، بیچارے پسینے پسینے ہو گئے۔تو میں نے کہا ''لگ وار او کئے'' (کہ ذرا صبر کرو)۔وہ پتھر میں نے اٹھایا اوپر جہاں تک ہو سکا اور اس کو اُٹھا کر نیچے پھینک دیا۔وہ زور سے گرا جتنی قوت سے کوٹ رہے تھے اس سے دس گنا قوت ہو گئی۔کشش ثقل اس میں شامل ہو گئی۔اس طرح وہ پتھر آسانی سے ٹوٹ گیا اور وہ مجھے حیرت سے دیکھ رہے تھے کہ شاید کوئی دم وغیرہ ہے۔وہ

دم تو نہیں تھا، منصوبہ بندی تھی۔ میں نے کہا اب اس کو باہر نکالو تو وہ مضبوط افغانی تھے پکڑ کر کھینچ رہے ہیں پتھروں کو۔ میں نے کہا ذرا صبر کرو۔ میں دو ڈنڈے لے کر آیا میں نے کہا" دا ورتہ اڑم کئے" (یعنی ان کے نیچے اڑا دو) تو جب میں نے ڈنڈوں کے زور سے دھکیلا تو پتھر جلدی سے آگے پھسل رہا تھا۔ تو وہ متعجب ہوئے کہ" یارا عجیبہ زور دے حاجی صاحب کے" (کہ حاجی صاحب میں عجیب زور ہے) تو یہ زور نہیں تھا، منصوبہ بندی تھی۔

تو ایسے ہی اہلِ اللہ کو تجربہ ہوتا ہے آخرت کے اعمال کا، روحانی اعمال کا، روحانی ترقی کا تجربہ ہوتا ہے اور اس تجربے کی بنیاد پر آپ سے تھوڑا کام کرائیں گے، تھوڑا وقت لیں گے، تھوڑا مال، تھوڑی جان لگے گی نتائج بہت زیادہ حاصل ہونگے۔ کیونکہ اس آدمی کو منصوبہ بندی کا پتہ ہے طریقہ کار کا پتہ ہے۔ روحانی رہنمائی بیعت ہونے کے بعد اسی چیز کو کہتے ہیں۔ ہمارا خیال ہوتا ہے کہ بیعت کہیں بجلی کا کرنٹ ہے بس ہاتھ میں ہاتھ دیا کرنٹ لگ گیا اور اس سے بجلی چالو ہوگئی تربیلا والی۔ بیعت کرنٹ نہیں ہے۔ یہ داخلہ ہے ادارے میں داخلہ ہے، داخلہ ہونے کے بعد پھر آدمی بیٹھ نہیں جاتا ہے، نصاب پڑھتا ہے، سمجھتا ہے، سیکھتا ہے، کوشش کرتا ہے، امتحان دیتا ہے کبھی پاس ہوتا ہے، کبھی فیل ہوتا ہے، فیل ہو تو دوبارہ کوشش کرتا ہے، پھر پوچھتا ہے، کوتاہیوں کو درست کرتا ہے یہاں تک کہ کرتے کرتے منزل پوری ہوجاتی ہے۔ ڈگری اس کے ہاتھ میں آجاتی ہے اور اگر داخلہ تو لیا ہوا ہو میڈیکل کالج میں اور پھر رہا ہو بازاروں میں، کر رہا ہو جلسے جلوس اور طالب علم رہنما بنا ہوا ہو۔ ۵ سال کے بعد باقی بھی فارغ ہوئے یہ بھی کچھ جھوٹ سچ کرکے فارغ ہوگیا اب انجکشن لگانے سے یہ بھاگے گا کہ رگ کا انجکشن لگانا ہے، گوشت کا انجکشن لگانا ہے اس سے بھاگ رہا ہے اور مریض کی تشخیص کرنی ہے اس سے بھاگ رہا ہے، بلڈ پریشر چیک کرنا ہے اس سے چُھپ رہا ہے۔ کیونکہ اس نے داخلہ تو لیا تھا لیکن محنت کرکے سیکھا نہیں۔ ہمارے ایک دوست نے لطیفہ سنایا کہ یہ جو ہوائی فائر والی بندوق ہوتی ہے آگے غبارے لگائے ہوتے ہیں آدمی فائر کرا رہا ہوتا ہے۔ اس کے پاس ایک صاحب آگیا دو پھولوں والا (Subinspector police)، اس کو بھی شوق

ہو گیا۔اس نے وہ بندوق لی۔ایک ڈز کیا خطا ہو گیا، دوسرا ڈز کیا خطا ہو گیا، تیسرا کیا خطا ہو گیا اس سے تو پاس آدمی کھڑا تھا اس کو حیرانی ہوئی کہ پولیس کا دو پھولوں والا آدمی ہے، حکومت نے معاشرے کی حفاظت کے لئے رکھا ہوا ہے۔اور تین ڈز اس نے خطا کر لئے۔تو اس سے پوچھا ’’خان دا سنگه چل دے‘‘ کہ خان یہ کیسی بات ہے تو اس نے کہا کہ ’’زه اصل کښې پولیس کې وم خو بینډ کې پاتې شوی وم‘‘ کہ میں پولیس میں تھا لیکن بینڈ میں رہا ہوں۔ ڈھول باجے بجاتا رہا ہوں، ڈز نہیں کیا۔تو صرف پولیس کے دو پھول لگا لئے تو اس کے نتیجے میں تو آدمی کو پولیس کی مہارت نہیں ہوگئی کہ فائر اس کا ٹھیک ہو رہا ہو۔ملزم کو پہچان رہا ہو، پکڑنے کی منصوبہ بندی اس کو ساری آتی ہو۔یہ تو جدا چیز ہے اگرچہ پولیس میں ضرور تھا لیکن رہا وہ بینڈ والوں میں تھا۔تو ایسے ہی ہمارا بھی داخلہ ہوتا ہے لیکن داخلہ برکت والا ہوتا ہے۔ایسے یہ بات ضرور ہے کہ آدمی کے ذہن میں اتنا ہو کہ میں بھی ہوں بیعت، کچھ نہ کچھ فائدہ سلسلے کی دعاؤں کا اس کو بھی پہنچتا رہتا ہے۔

کوہاٹ کے ایک ڈاکٹر صاحب سلسلے میں بیعت ہوئے ان کو ایک امیر صاحب ٹکر گئے اس نے کہا او ہو تُو ایسے آدمی سے بیعت ہو گیا ہے چار چار آنے پر اس کی لڑائیاں ہوتی ہیں اور چار چار آنے کیلئے لڑ رہا ہوتا ہے اس سے تو بیعت ہو گیا ہے۔واقعی میں چار چار آنے کی خاطر لڑائیاں کرتا ہوں کیونکہ نہ چار آنے کسی کو دیتا ہوں بغیر کسی اصول کے اور نہ چار آنے کسی سے لیتا ہوں اور بعض اوقات لڑائی کر کے چار آنے لے لیتا ہوں۔کسی سے لڑائی کر کے اور پھر کہتا ہوں کہ ’’دا واخله دا روپې ستا شوې خو دا سلور آنې ما درته نه پریښودلې‘‘(کہ یہ لو یہ روپیہ لے لو مگر یہ چار آنے میں نے نہیں چھوڑنے تھے)وہ اصول کی بات تھی اس سے معاشرہ خراب ہوتا ہے، قانون خراب ہوتا ہے۔خیر یہ آدمی بیعت سے فارغ ہو گیا اس کے ساتھ ایک دوسرا آدمی ماہوار اجتماع میں آیا جس نے کہا کوئی آدمی بیعت ہونے کے بعد اتنا دل میں رکھے ہوئے ہو کہ میں بھی بیعت میں ہوں تو کچھ نہ کچھ فائدہ اس کو بھی پہنچتا رہتا ہے تو وہ چلا گیا اس آدمی سے کہا۔

اس نے دل میں بیعت بحال کرنے کا ارادہ کرلیا۔ پھر اللہ کی شان کہ معمولی تار لگا ہوا تھا اس کا، پھر کبھی جانے آنے کی اس کی توفیق ہوئی اللہ نے پوری زندگی ہی بدل دی۔ میں نے کہا ماشاء اللہ امیر صاحب تو نہ اپنے ساتھ لے جاسکتا تھا آپ کو اور نہ ہمارے ساتھ چھوڑتا تھا۔ ہمارے ساتھ سے ہٹانے کا تو مقدس فریضہ سمجھتا تھا کہ یہ مقدس فریضہ ہے دوسرے دینی کاموں کی مخالفت کرنا۔ اور اپنے ساتھ بھی نہیں لے جاسکتا تھا۔ تو اُس آدمی کو ایسی ترتیب پر چھوڑ رہا تھا کہ بس آزاد، کسی کا نہ ہو اور کوئی فائدہ ہی نہ ہو۔

تو عرض یہ تھی کہ آدمی بنتا ہے داخلے کے بعد، نصاب کی سرگرمیوں سے گزرنے کے بعد۔ اس کیلئے سیکھنا پڑھتا ہے۔ ذکر اذکار کا ایک درجہ ہے، دوسرا درجہ ہے، تیسرا درجہ ہے اس کو سیکھیں۔ اصلاحِ نفس میں جو تین درجے مقرر کر دیئے ہیں تو یہ ہر درجے کو ۶ مہینے میں مکمل کرنا ہوتا ہے تا کہ ڈیڑھ سال میں آدمی تینوں درجوں کو مکمل کرلے۔ اب اس کے نتیجے میں اللہ کا تعلق مل جائے اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے آدمی نے M.Sc/ M.A کرلی تو یہ نصاب پورا ہو گیا ڈگری اس کو مل گئی ،اب اس کو جاب مل جائے وہ اس کے بعد کوشش شروع ہوتی ہے۔ تو یہ ہمارے سلسلے کے تین درجے اول ، دوم، سوئم جو مقرر کئے ہوئے ہیں ۔ اس سے گزر جائے آدمی جلدی سے، اس کے بعد اللہ کا تعلق پیدا ہو تو وہ اللہ کا فضل ہے جس وقت ہو گیا۔ ان تین درجوں سے گزرنا یہ فن ہے، فن کے بعد فضل ہے جس وقت اللہ نے قبول فرمالیا۔ فن سے منزل پوری ہو گئی آدمی کی۔ اب اس کے بعد فضل الٰہی چاہیئے وہ جس وقت بھی ہو۔

کوئی بات پوچھنا چاہیں تو پوچھیں: اس پر ایک آدمی نے سوال کیا۔ میں مولانا صاحب سے بیعت تھا پھر لاہور چلا گیا، مولانا صاحب کا انتقال ہوا تو لاہور میں ایک عالم سے پوچھا جو کہ تصوف سے واقف تھے انہوں نے کہا تھانوی صاحب نے فرمایا ہے کہ جب شیخ کی موت ہو جائے تو تین دن کے اندر اندر دوسرے سے بیعت ہو جائے۔ مجھے فکر ہوئی میں سیالکوٹ میں بیعت ہو گیا ۔ پھر وہ شیخ بھی فوت ہو گئے، پھر میں لاہور میں اشرفیہ خانقاہ میں گیا وہاں عبدالمقیم صاحب ہیں جو

خلیفہ مجاز ہیں اس خانقاہ کے اور اس کو چلاتے ہیں انہوں نے بھی فرمایا کہ تین دن کے اندر بیعت ہونا چاہیئے۔ وہاں آیا کرتے تھے حکیم اختر صاحب پھر میں نے ان سے بیعت کی۔

جواب: عرض یہ ہے کہ آپ نے ساری بیعتیں برکت والی کی ہیں، تربیت والی بیعت آپ نے نہیں کی۔ تربیت والی تو تب ہوتی کہ آپ بار بار مشورہ کر کے جو ترتیب حضرات بتاتے اس سے گزرے ہوتے۔ تو وہ آپ کی نہیں ہوئی ہے۔ اب آپ کو تربیت سے گزرنا چاہیئے۔

ہماری بیعت ۱۹۶۹ء میں حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب دہلی والے بزرگوں سے ہوئی تھی جو تبلیغی جماعت کے دوسرے امیر تھے بہت کامل اور بہت پائے کی شخصیت تھے۔ تبلیغ والے حضرات بھی صرف برکت کی بیعت کراتے تھے کہ بیعت کا ایک نام ہو جائے باقی جیسے ہم دوڑاتے ہیں ایسے ہی کام کرتے رہیں اُس طرف کو نہ جائیں۔ بہرحال ہم نے پوچھا تو ہمیں پتہ چلا کہ تربیت کرانی ہوتی ہے۔ تو میں نے کہا کہ تربیت تو حضرت جیؒ دہلی میں ہیں ہم یہاں ہیں کیسے ہو سکتی ہے انہوں نے کہا خط کے ذریعے سے ہو سکتی ہے۔ میں خط لکھتا رہا خط کا جواب عنایت فرماتے تھے ۱۹۶۹ء سے ۱۹۷۱ء تک ۔ ۱۹۷۱ء میں ہوگئی جنگ، جنگ کے بعد پاکستان ہندوستان کے درمیان خط و کتابت بند ہوگئی۔ ہم نے کسی طریقے سے حضرت جیؒ سے پوچھوایا کہ آپ سے رابطہ ممکن ہونا مشکل ہوتا ہے تو یہاں حضرت مولانا اشرف صاحبؒ ہوتے ہیں اگر ہم ان سے اصلاح کی باتیں پوچھا کریں؟ حضرتؒ نے فرمایا کہ ضرور پوچھا کریں۔ حضرت مولانا محمد اشرف صاحب سلیمانی پشاوریؒ کے پاس میں نے جانا آنا شروع کیا۔ کچھ عرصے کے بعد بڑا دل لگ گیا۔ میں نے کہا جی ہم بیعت آپ کی کرلیں حضرت جیؒ کی بجائے۔ انہوں نے فرمایا کہ نہیں بیعت آپ کی وہی ہونی چاہیے البتہ تربیتی باتوں کا مشورہ آپ مجھ سے کرتے رہیں، میں نے کہا ٹھیک ہے۔ تو ان سے بیعت کی اجازت ملنے تک میں نے ان سے بیعت نہیں کی تھی۔ تربیت ان سے لی ہے بیعت حضرت جیؒ کی ہی تھی۔ یہاں تک کہ ۱۹۸۰ء میں حضرت مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بیعت کی اجازت دے دی۔ اس وقت حضرت جی صاحبؒ زندہ تھے پھر حضرت جیؒ اور مولانا اشرف صاحبؒ

دونوں کی وفات ۱۹۹۵ء میں ہوئی ہے۔ مئی ۹۵ میں حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحبؒ کی وفات ہوگئی اور ستمبر ۱۹۹۵ء میں حضرت مولانا اشرف صاحبؒ کی وفات ہوگئی۔ تو میں نے آج یہی بات عرض کی کہ بیعت داخلہ ہے اور اصل بات اس کے بعد تربیت ہے تو تربیت کے دورانیے سے گزرنا چاہیئے۔ اصلاح نفس میں جو درجہ اول، دوئم، سوئم لکھا ہے یہ بڑی محنت سے لکھا ہے۔ کوئی آدمی اس کی پابندی شروع کردے۔ آج سے نیت کرلے کہ میں نے درجہ اول کی پابندی شروع کردی اور چھ مہینے میں میں اس کو مکمل کروں گا۔ پھر یہ دیکھے چند دن کے بعد کے دل کا حال کیسے بدلتا ہے۔ اور اگر کام نہ کرے آدمی تو کوئی کیا کہہ سکتا ہے۔ مجلس میں آئے جائے اس طرح بیان سن لیا اجر و ثواب ضرور ہو جاتا ہے، کچھ نہ کچھ فائدہ بھی ہو جاتا ہے۔ لیکن آدمی خود جا کر پھر کام نہ کرے تو اس سے بات نہیں بنتی۔ ایک دن ورزش کر کے آدمی ایک مہینہ بیٹھ جایا کرے تو اس سے اثرات مرتب نہیں ہوتے۔ ہمارے ایک ساتھی دل کے مریض ہوگئے کہا کرتے تھے کہ (طارق جلالی صاحب) ڈاکٹروں نے انہیں واک کرنے کا کہا، انہوں نے واک شروع کردی۔ ڈاکٹر نے بتایا تھا کہ جب شروع کروگے تو فائدے کا مہینے بعد پتہ چلے گا کہ فائدہ ہوا لیکن جب چھوڑوگے تو تین دن میں پتہ چلے گا کہ نقصان ہوگیا۔ اُس نے کہا واقعی اس مشق کو کیا تو مہینے بعد فائدہ ہوا۔ اب تین دن چھوٹ جاتی ہے تو پتہ چل جاتا ہے کہ نقصان ہوگیا۔ کمزوری محسوس ہو جاتی ہے۔ اسی طرح روحانیت والے بھی کہتے ہیں کہ ایک دن بلا عذر آدمی سے ناغہ ہوگیا ایک دن، دو دن، تین دن ناغہ ہوگیا تو چوتھے دن اس کی برکات زائل ہو جاتی ہیں۔ پھر دوبارہ نئے سرے سے کوشش کرنی ہوتی ہے۔ اور عذر سے ہوا دل میں اس کو غم ہوا کہ بیماری تھی نہ ہوسکا، سفر تھا نہ ہوسکا، وفات ہوگئی تھی کسی کی، بچہ بیمار تھا نہ ہوسکا اس کو افسوس ہوتا رہا تو اس کی برکت بحال رہتی ہے۔ تو اس میں دوبارہ ہاتھ میں ہاتھ دے کر بیعت کرنا لازمی نہیں ہوتا البتہ تربیت لینا یہ لازمی ہے۔ پچھلا سبق پورا کر کے پچھلے احوال بتا کر اگلے کا آدمی مشورہ کرے۔

☆☆☆☆☆☆☆

جسے اللہ دینا چاہے اُسے کوئی روکنے والا نہیں

(انجینئر نجیب الدین محمد صاحب)

بعض دفعہ کسی کا چھوٹا سا عمل اللہ تبارک وتعالیٰ کے دربار میں ایسا قبول ہو جاتا ہے کہ عمر بھر کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔ انسان تو اُس عمل کو معمولی سمجھتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے دربار میں اُس کی بڑی قیمت ہوتی ہے اور اُس عمل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اُسے نجات عطا فرما دیتے ہیں۔ جیسا کہ حدیث البطاقہ میں ایک مرتبہ اخلاص سے پڑھے ہوئے کلمے کے کاغذ کے ٹکڑے کا ننانوے دفتروں کے مقابلہ میں جس میں سے ہر دفتر منتہائے نظر تک ہوگا، پر غالب آنے کا ذکر موجود ہے۔ کئی واقعات اس نوع کے تاریخ میں ملتے ہیں۔ کچھ عرصہ پہلے ہمارے گاؤں میں اسی قسم کا ایک واقعہ پیش آیا۔

عبداللہ صاحب ہمارے علاقے کے ایک صاحبِ جائیداد شخصیت تھے۔ کافی زمین اور سینکڑوں دکانیں تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہر طرح وسعت اور فراوانی عطا فرمائی ہوئی تھی۔ مگر اُن کی زندگی دین سے کوسوں دور تھی۔ فرائض و واجبات کی کوئی پروا نہ تھی، نہ نماز روزے کی خیر خبر اور نہ حقوق العباد کی ادائیگی۔ شراب کے رسیا، حتیٰ کہ بڑھاپے میں بھی اس کے شغل سے باز نہیں آئے۔ ساری زندگی فضول اور عیاش لوگوں کے ساتھ گزاری اور بڑھاپے میں بھی انہیں کا ساتھ تھا۔ علماء کرام اور تبلیغی حضرات کے سخت مخالف۔ کئی بار جو انہوں نے تبلیغ والوں کو اپنے گھر کے دروازے سے دھتکارا تو انہوں نے بھی آنا چھوڑ دیا۔

عبداللہ صاحب ایسے ہی حال میں زندگی گزار رہے تھے کہ ایک دن اچانک انہوں نے یہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ دیا۔ ساری عیاشی ختم، شراب مکمل ترک کر دی، نماز با جماعت کی مکمل پابندی شروع کر دی یہاں تک کہ تہجد اور دوسرے نوافل کا بھی بمشکل ناغہ ہوتا۔ پہلے جس کا سارا وقت لایعنی مجلسوں میں، ہر وقت قہقہوں میں گزرتا تھا اب اللہ والوں کی مجلسوں اور اللہ کے سامنے گریہ وزاری میں گزرنے لگا۔ تبلیغ میں بھی باقاعدہ وقت دینے لگے اور پھر اسی حالت میں ایسی قابلِ رشک موت

نصیب ہوئی کہ لوگ حیران رہ گئے۔

میرے ایک قریبی عزیز کی عبداللہ صاحب کے بیٹے کے ساتھ جماعت میں تشکیل ہوئی۔ عبداللہ صاحب کے بیٹے نے میرے عزیز سے اپنے والد مرحوم کی زندگی میں اچانک تبدیلی کا قصہ بیان کیا۔ اس نے بتایا کہ والد صاحب ایک مرتبہ رات کو دوستوں کی مجلس سے فارغ ہو کر آئے اور اپنے کمرے میں جا کر سو گئے۔ اگلے دن دیر تک سوتے رہے حتیٰ کہ دوپہر ہو گئی لیکن وہ جاگے نہیں۔ ہم نے دو تین مرتبہ جا کر دیکھا کہ کہیں سوتے میں فوت تو نہیں ہو گئے مگر ان کا سانس چل رہا تھا۔ بالآخر ظہر کے بعد کہیں جا کر اُن کی آنکھ کھل گئی۔ اُن پر گھبراہٹ طاری تھی اور پسینے میں شرابور۔ سر جھکا کر بیٹھ گئے۔ کسی گہری سوچ میں تھے اور ساتھ سسکیاں بھی لے رہے تھے۔ ہوتے ہوتے عصر کا وقت ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد دروازے پر دستک ہوئی تو باہر تبلیغ والے ساتھی تھے۔ کہنے لگے ہم عبداللہ صاحب سے ملاقات کے لئے آئے ہیں۔ میں نے کہا بھئی آپ کو معلوم ہے کہ وہ تبلیغ والوں کو سخت ناپسند کرتے ہیں اور انہیں گالیاں دینے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہمیں سب معلوم ہے، ہم آج آپ کے والد سے مل کر ہی جائیں گے۔ میں نے ڈرتے ڈرتے جا کر والد صاحب کو اطلاع دی۔ والد صاحب کی آنکھوں میں خوشی کی ایک چمک آئی اور خلافِ معمول جا کر بڑی خندہ پیشانی سے ملے اور پھر جو مسجد میں جا کر بیان میں بیٹھے تو پورے بیان میں روتے رہے۔

اس کے بعد والد صاحب نے نماز کی پابندی شروع کر دی، جماعتوں میں بھی آنے جانے لگے اور دوسرے نیکی کے کاموں میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لینے لگے۔ ان کی زندگی میں اس خوشگوار تبدیلی سے ہم سب بہت خوش بھی تھے اور حیرت زدہ بھی کہ آخر اُس رات میں والد صاحب نے ایسا کیا خواب دیکھ لیا تھا جس کے بعد وہ مکمل دیندار ہو گئے۔ کچھ عرصہ بعد اُن کی وفات ہو گئی مگر انہوں نے اس راز سے پردہ نہیں اُٹھایا۔

والد صاحب کی وفات کے بعد اُن کے ایک دوست تعزیت کے لئے آئے۔ والد صاحب کے پرانے دوست تھے، سفر حضر کے ساتھی اور ہر قسم کی مجلسوں کے ہم نشین۔ انہوں نے بتایا

کہ تمہارے والد مرحوم نے اُس خواب کا تذکرہ صرف میرے سامنے کیا تھا۔لیکن وہ خواب سنانے سے پہلے میں تمہیں ایک واقعہ سناتا ہوں۔کوئی پینتالیس پچاس سال پہلے کی بات ہے، اُس وقت ہم جوان تھے، میں اور تمہارے والد صاحب اپنی جیپ میں کہیں سفر پر جا رہے تھے۔اُس وقت آبادی بھی تھوڑی تھی اور گاڑیوں کی آمد و رفت بھی اتنی نہیں تھی۔شام کا وقت تھا۔ایک ویران سی جگہ سڑک کے کنارے ایک بوڑھا بابا سویا پڑا نظر آیا۔ہم دونوں جیپ سے اُترے کہ چلو بابا کا حال احوال دریافت کرتے ہیں۔ہلانے پر پتہ چلا کہ بابا تو کب کا فوت ہو چکا ہے۔اُس کو اُٹھا کر جیپ میں ڈالا اور کئی کلومیٹر سفر کر کے ایک گاؤں میں پہنچے۔وہاں مسجدوں میں اعلان کرایا لیکن بابا کا کوئی جاننے والا نہ ملا شاید کوئی مسافر تھا۔ہم نے وہیں اُس کے کفن دفن کا بندوبست کر دیا، اُس کے لئے کچھ صدقہ خیرات کیا اور آگے روانہ ہو گئے۔اس کے بعد ہم بھی اپنے کاروبار زندگی میں مشغول ہو گئے اور اس بات کو بھول بھال گئے۔پھر وہ رات آئی جس کے بعد عبداللہ صاحب کی زندگی مکمل تبدیل ہو گئی۔

انہوں نے خواب دیکھا کہ حشر کا میدان قائم ہے، لوگوں کا حساب کتاب ہو رہا ہے، اعمال نامے تقسیم ہو رہے ہیں کہ اتنے میں عبداللہ صاحب کا نام پکارا جاتا ہے۔فرشتے حاضر کرتے ہیں، اعمالنامہ پیش ہوتا ہے جو کہ اعمالِ بد سے بھرا ہوا ہوتا ہے۔فرشتوں کو حکم ہوتا ہے کہ لے جاؤ اس کو اور گھسیٹ کر جہنم میں پھینک دو۔فرشتے اسے کھینچ کر جہنم کی طرف لے جاتے ہیں۔جہنم کے آگ کے شعلوں کی لپٹیں اور وہاں کی ہولناکیاں دیکھ کر عبداللہ صاحب فرشتوں کی منت سماجت کرنے لگ جاتا ہے، چیخ چیخ کر روتا ہے مگر وہاں کون سنتا ہے (جہنم کے فرشتے بہرے ہوں گے)۔فرشتے اُسے اُٹھا کر جہنم میں پھینکنے والے ہوتے ہیں کہ یکا یک کہیں سے ایک بوڑھا بابا آ کر ان کے سامنے کھڑا ہو جاتا ہے۔فرشتے اُسے ہٹانے کی کوشش کرتے ہیں لیکن وہ سامنے سے نہیں ہٹتا اور کہتا کہ میں اس شخص کو جہنم میں جانے نہیں دوں گا۔فرشتے عبداللہ صاحب اور بوڑھے بابا کو لے کر واپس اللہ تعالیٰ کے دربار میں آتے ہیں اور عرض کرتے ہیں کہ یا اللہ! یہ بوڑھا ہمیں اس شخص کو جہنم میں پھینکنے نہیں

دیتا۔ بوڑھے بابا سے وجہ پوچھی جاتی ہے وہ کہتا ہے کہ اے میرے پروردگار! میں دنیا میں سفر کر رہا تھا، ایسی حالت میں موت آئی کے بالکل بے یارو مددگار پڑا ہوا تھا اس شخص نے مجھے وہاں سے اُٹھایا، نہلایا اور کفن دے کر عزت سے دفن کر دیا۔ یا اللہ! آج میں تیرے دربار میں اس کے لئے سوال کرتا ہوں کہ جیسے وقت میں اس نے مجھے عزت سے دفن کیا ہے آج تو اس کی عزت رکھ لے۔ اللہ تعالیٰ کی شانِ کریمی جوش میں آتی ہے، حکم ہوتا کہ اس شخص (عبداللہ) کے پچھلے تمام گناہ معاف ہیں، اس کو عزت کے ساتھ جنت میں پہنچادو۔

عبداللہ صاحب جاگے تو وہ پورا خواب اور وہ پرانا واقعہ اُن کی نظروں کے سامنے گھومنے لگا۔ سر جھکائے سوچتے رہے۔ یا اللہ تو کیسا رحیم کریم ہے کہ میری ایک ادنیٰ سی نیکی کی لاج رکھ لی اور مجھے رسوا ہونے سے بچا دیا، ایسی کریم ذات پر نہ مرمٹنا نہایت کم نصیبی ہے۔ یہ سوچ کر روتے رہے اور پھر اپنے آپ کو مکمل تبدیل کر لیا۔

فضائلِ صدقات میں حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ بنی اسرائیل کی ایک فاحشہ عورت کی مغفرت ایک پیاسے کتے کو پانی پلانے پر کی گئی۔ پھر حکایات میں ایک ظالم کا قصہ بھی ایسا ہی ہے جس نے ایک خارشی کتے کا علاج کیا تھا۔ اس کی وہی بات پسند آگئی۔ کتے جیسے ذلیل جانور پر احسان کرنے کا جب یہ بدلہ ہے تو انسان جو اشرف المخلوقات ہے اس پر احسان کرنے کا کیا کچھ بدلہ ملے گا۔ بس حق تعالیٰ شانہٗ کو کسی کا کوئی ایک بھی عمل پسند آجائے تو اس کی برکت سے عمر بھر کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اس کے لطف کرم کے مقابلہ میں یہ کوئی بھی چیز نہیں البتہ قبول ہو جانے اور پسند آجانے کی بات ہے۔ اس لئے آدمی کو نہایت اخلاص سے کوشش کرتے رہنا چاہیئے اللہ جانے کون سا عمل وہاں پسند آجائے اور بیڑا پار ہو جائے۔

اَللّٰھُمَّ لاَ مَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ وَ لاَ مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ.

مالک الملک جس کو تو دینا چاہے اس کو کوئی روکنے والا نہیں اور جس کو تُو نہ دینا چاہے اس کو کوئی دینے والا نہیں۔

ملفوظاتِ شیخ (حضرت ڈاکٹر فدا محمد دامت برکاتہم)

(ظہور الٰہی فاروقی صاحب) (قسط نمبر:۲۳)

دورِ جدید میں بے دینی اور کمزوریاں:

فرمایا کہ دورِ جدید میں جو بے دینی اور کمزوریاں آئی ہیں ان میں ایک یہ ہے کہ آدمی صاحبِ نصاب ہوتا ہے اور حج کرنے کی اس کو فکر نہیں ہوتی۔ یہ کوئی ضعیف سا مسئلہ ہے کہ زندگی میں ایک بار حج کرنا ہے۔ حج ایک بار کرنا تو فرض ہے۔ پھر اس میں تاخیر کرنا اور مؤخر نہ کرنا اس پر پوری بحث ہے اور راجح موقف مؤخر نہ کرنے کا ہے۔ تو جس سال حج فرض ہوگیا اسی سال کرنا چاہئے۔ حدیث شریف میں آتا ہے:

مَنْ مَلَکَ زَادًا وَرَاحِلَةً تُبَلِّغُهُ اِلٰی بَیْتِ اللّٰهِ وَ لَمْ یَحُجَّ فَلَا عَلَیْهِ اَنْ یَمُوْتَ یَهُوْدِیًا اَوْ نَصْرَانِیًا (الترمذی)

ترجمہ: اور کوئی اتنا زادِ راہ اور سواری رکھتا ہو کہ اسے بیت اللہ شریف تک پہنچا سکے اور پھر بھی وہ حج کے لیے نہ جائے، تو کوئی حرج نہیں کہ وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر مرے۔

بعض لوگ مشکلات میں گھرے ہوئے ہوتے ہیں، اس کی بنیاد کسی نہ کسی جگہ پر عمل میں کوتاہی ہوتی ہے۔

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ بِمَا کَسَبَتْ اَیْدِی النَّاسِ (الروم:۴۱)

ترجمہ: خشکی اور تری میں لوگوں کے اعمال کے سبب بلائیں پھیل رہی ہیں۔

بعض اوقات اس طرح کے مصائب فرض حج ترک ہونے کی وجہ سے آئے ہوئے ہوتے ہیں۔ ایک ڈاکٹر صاحب بندہ کے شیخ کے پاس آئے اور کہا کہ میرے علاقے میں ایسے حالات پیدا ہوگئے ہیں کہ مجھے مجبوراً تبدیلی کرانا پڑی کیونکہ میری جان خطرے میں ہے۔ میں نے کہا کہ آپ پر حج تو فرض نہیں ہے؟ اس نے کہا کہ حج تو مجھ پر فرض ہے، میں نے کہا کہ آپ حج نہ کرنے کے وبال میں گھرے ہوئے ہیں۔ یہ ہم اصلاحِ نفس اور قربِ خداوندی بیان کرتے ہیں اپنی مجالس میں جو مقصودِ تصوف ہے، قربِ الٰہی کے لیے عام طور پر تصوف میں نوافل اور اذکار کی کثرت کرائی جاتی ہے لیکن محققین صوفیاء جانتے ہیں کہ یہ کثرت فرائض اور واجبات پورا ہونے کے بعد ہے۔

حق طریقہ و نیت اور فاسد طریقہ و نیت:

فرمایا کہ ایک مرتبہ ہمارا برخوردار اپنے کالج میں اصلاح کرنا چاہتا تھا لیکن اس نے فساد کھڑا کردیا۔ اصلاح تو اُس نے کرنی ہے جس کی کارکردگی سے اصلاح ہوجائے، جس کی کارکردگی سے اصلاح نہیں ہوتی ہے اور فساد پیدا ہوتا ہے تو اس کے ذمے تو عنداللہ اصلاح واجب ہی نہیں ہے۔ میں کسی جگہ جا کر حالات کو دُرست کرنے کی کوشش کرتا ہوں اور وہاں حالات اور خراب ہوجاتے ہیں، مثلاً میں کسی جگہ ڈھول باجے روکنے کے لیے گیا، وہ تو رُکے نہیں اور خدانخواستہ کوئی قتل ہوگیا یا فوجداری ہوگئی، تو اب بتائیں کہ میں نے اصلاح کی یا میں نے فساد پھیلایا۔ تو ایسے آدمی کے ذمے ہے ہی نہیں جس سے اصلاح ہونے کی بجائے اور فساد ہوجائے۔ ایسے آدمی کو اس بُرے عمل کو دل میں بُرا سمجھتے ہوئے ان کے لیے دُعا کرنی چاہیئے، عمل سے نفرت و عداوت رکھیں اور عمل والوں سے قطع تعلق کریں، ان کے لیے دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کی اصلاح فرمادیں۔ بڑی باریک بات ہوتی ہے کہ آدمی ایک بُرائی کو روک رہا ہوتا ہے لیکن نفس کے غصے کے جذبے کو مطمئن کرنے کے لیے اور دوسرے کو گھٹیا اور ذلیل کرنے کے لیے اور اپنی بہادری اور کروفر کو ثابت کرنے کے لیے۔ یہ نہی عن المنکر نہیں ہے بلکہ یہاں تو نیت اور بنیاد ہی فاسد ہے۔

ایک مولوی صاحب نے تقریر کرتے ہوئے کہا یہ بے پردہ عورتیں.... ان کی ایسی تیسی ان کو پکڑو اور ان کو ٹھیک کرو، دیہاتی لوگوں کو اس بات سے بڑا مزہ آیا لیکن جن کی عورتیں بے پردہ پھرتی تھیں ان کو بہت ناگوار لگا کیونکہ یہ طرز طنز اور تنقید کا تھا جس کا ردِعمل ناگوار ہوتا ہے کیونکہ یہ اصلاح اور خیر خواہی کی وجہ سے نہیں کہہ رہا۔ ہمارے بزرگوں میں حضرت قاضی زاہد الحسینی صاحبؒ تھے، درس دے رہے تھے، بہت بڑی شخصیت، بہت بڑے عالم اور اللہ کے تعلق والے۔ تو اس میں عورتیں بھی آئی ہوئی تھیں، چونکہ اسلامیات کے ریٹائرڈ پروفیسر تھے اس لیے پڑھے لکھے لوگ اور عورتیں درس میں آتی رہتی تھیں۔ تو اُنھوں نے کہا کہ میری بچیاں کچھ آئی ہوئی ہیں اور پردہ نہیں کررہی ہیں، دیکھئے... اس کا بہت بڑا نقصان ہے اور سب کی خدمت میں میری طرف سے درخواست ہے کہ پردہ کیا کریں، اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کو بہت برکتیں اور رحمتیں نصیب فرمائے اس پر عمل کرلیں تو بہت زیادہ فائدہ ہوگا۔ تو سب کو بہت ندامت

ہوئی، سب نے کہا بالکل ٹھیک ہے ہم پردہ کریں گی۔ یہ طریقہ حق ہے اور نیت حق ہے۔ جب طریقہ فاسد ہوتا ہے اور نیت فاسد ہوتی ہے تو اس سے اثرات بُرے آتے ہیں۔

وصول کے بعد رَد نہیں ہے:

فرمایا کہ یہ نوجوان جو دِین پر چل رہے ہوں تو ان کا رنگ کچا اور عارضی ہوتا ہے۔ گمراہی اور فسق و فجور میں مبتلا ہوں تو وہ رنگ بھی عارضی اور کچا ہوتا ہے اور اللہ فضل فرمادیں اور صحیح ماحول میں آدمی آجائے تو صحیح رنگ آجاتا ہے اور پکا ہوجائے تو پھر زائل نہیں ہوتا۔ اس لیے تصوف کی کتابوں کا مسئلہ ہے کہ وصول کے بعد رَد نہیں ہے۔

ہمارے اعمال، خیرات و قربانی سب نمود و نمائش کے لئے ہوتے ہیں:

فرمایا کہ اہلِ علم کا تھوڑا عمل بہت اَجر وثواب دِلانے والا ہوتا ہے۔ اور عابد گو اس کی بڑی عبادت ہو لیکن علم نہ ہو تو اس کی بہت زیادہ محنت اس کو تھوڑا دلاتی ہے۔ تو اپنے وقت کو کس عمل میں استعمال کر کے زیادہ سے زیادہ اَجر لینا چاہیے۔ اس کا عابد کو تجربہ نہیں ہوتا، اس کا فہم نہیں ہوتا کہ کیا چیز، کون سی بات کتنی اہم ہے تو اس سے آدمی نقصان اُٹھالیتا ہے۔ ایک آدمی زکوٰۃ عشر نہیں دے رہا اور نفل حج کے لیے جا رہا ہے۔ اب جو اس نے لاکھ ڈیڑھ لاکھ نفل حج پر خرچ کیا اگر اس نے بیس ہزار زکوٰۃ ادا نہیں کی ہوئی اور تیس ہزار عشر ادا نہیں کیا ہوا تو اس پچاس ہزار کی کمی کو نفل حج پورا نہیں کر سکتا۔ ہمارے گاؤں کا کیس ہے، ہمارے محلے کا ایک آدمی تھا کینسر سے اس کی وفات ہوگئی، اس کا گجرانوالہ میں کاروبار تھا، کافی پیسے اس کے ذمے قرض رہ رہے تھے۔ اس کی برادری نے ایک بچھڑا ذبح کر کے خیرات کی۔ میں نے کہا کہ آدمی تو مقروض تھا، اگر اس کے کوئی پیسے تھے، خیرات کے آٹھ دس ہزار روپے تو قرض والوں کو دینے چاہیے تھے۔ جواب ملا کہ قرض تو نہیں لوٹایا اور خیرات کی ہوئی ہے کیونکہ جو خیرات نہیں کرتا تو گاؤں میں شلوار اُترتی ہے یعنی بہت بے عزتی ہوتی ہے۔ تو بے عزتی سے جان چھڑانے کے لیے خیرات کر رہے ہیں، اللہ کی رضا کے لیے نہیں۔ اگر اللہ کی رضا کے لیے ہوتی تو قرضہ جو فرض واجب تھا اس کو ادا کرتے۔ سچ بات ہے ہماری باتیں نمود و نمائش کے لیے ہوتی ہیں، اللہ معاف کرے خیرات بھی نمود و نمائش کے لیے، قربانی بھی نمود و نمائش کے لیے کرتے ہیں۔

ہمارے ایک ساتھی کے والد صاحب حج پر گئے ہوئے تھے، تو ان کے ساتھ قبائلی علاقے کے ایک مَلک صاحب بھی تھے۔ جب حج ہو گیا تو مَلک صاحب گھر والوں کو خط لکھ رہا تھا کہ فلانی تاریخ کو میں پہنچ رہا ہوں، پچھلے سال فلانے مَلک کا جو استقبال ہوا تھا اتنا استقبال اگر میرا نہ ہوا تو تمہاری خیر نہیں ہوگی۔

خطا اور نسیان کے اسباب کو کنٹرول کیا جا سکتا ھے:

فرمایا کہ حضرت تھانویؒ نے ایک خاص بات لکھی ہوئی ہے، (**رفعت عن امتی خطاء و نسیان**) میری اُمت سے خطاء اور نسیان کو اُٹھایا ہوا ہے، یعنی اس پر پکڑ نہیں کی گئی ہے۔ اس میں انھوں نے فرمایا کہ آدمی نسیان اور خطاء کو کنٹرول نہیں کر سکتا ہے لیکن اسبابِ خطاء و نسیان کو قابو کر سکتا ہے۔ جب آپ ایسی حالت میں ہیں کہ آپ سے خطاء و نسیان ہو سکتی ہے تو اس وقت آپ کو کام نہیں کرنا چاہئے۔ ایک دِن میں اپنے بیٹے کی کالج والوں کی طرف سے ایک شکایت کے سلسلے میں شہر جا رہا تھا تو گاڑی چلانے کے لیے میں نے ڈرائیور ساتھ لیا، کیونکہ میں نے سوچا کہ میں پریشانی کے حال میں (Under Tension) ہوں، اور ہماری عمر میں قوٰی (Reflexes) بھی اتنا کام نہیں کرتے، تو خدانخواستہ کسی سے ٹکر نہ ہو جائے۔ خطاء اور نسیان کے اسباب کو کنٹرول کیا جا سکتا ہے اور اسے کنٹرول کرنا چاہئے۔

ربیع الاوّل کے مھینے کی خصوصیت:

فرمایا کہ ربیع الاوّل کا مہینہ تو ساری کائنات کی رُوحانی بہار ہے کیونکہ اس مہینہ میں مقصد آفرینشِ کائنات یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دنیا میں ورودِ مسعود ہوا۔ آپ ﷺ کا چرچا تو آدم علیہ السلام کے زمانے سے ہی شروع تھا چنانچہ ہر نبی نے آپ ﷺ کی آمد کی بشارت دی۔ انبیاء علیھم الصلوۃ السلام کے علاوہ وہ کتابیں جن کے آسمانی ہونے کے پورے ثبوت نہیں ہیں جیسے ''وید'' وغیرہ ان میں بھی آپ ﷺ کا تذکرہ موجود ہے۔ اس کے علاوہ نجومیوں اور کاہنوں کی اتنی پیشن گوئیاں ہیں کہ اُس زمانے کے اہم علمی مراکز، مختلف ممالک کے بادشاہ آپ ﷺ کے انتظار میں تھے کیونکہ اُن کو ان ساری چیزوں سے اندازہ تھا کہ آپ ﷺ کے ظہور کا وقت بالکل پورا ہو چکا ہے۔

اعمال کا دارومدار نیت پر ھے:

فرمایا کہ گلستان میں سعدیؒ نے تہجد کا ایک واقعہ لکھا ہے۔ حضرت سعدیؒ کہتے ہیں کہ نوعمری میں میں والد صاحبؒ کے ساتھ تھا۔ والد صاحبؒ اور میں نمازِ تہجد کے لیے اُٹھے اور باقی دو تین آدمی سوئے ہوئے تھے۔ میں نے والد صاحبؒ سے کہا کہ یہ تو پہلو ہی نہیں بدل رہے ہیں، تہجد کے لیے اُٹھتے ہی نہیں.... اگر اُٹھ کر دو رکعت پڑھ لیتے تو کیا اچھا ہوتا۔ تو سعدیؒ کہتے ہیں کہ والد صاحبؒ نے مجھ سے کہا کہ کاش.. تُو بھی نہ اُٹھا ہوتا تو اچھا ہوتا کہ اس اُٹھنے سے تُو نے اپنے آپ کو ان سے اتنا بہتر سمجھ لیا کہ ان پر طنز کر رہا ہے کہ سوئے ہوئے ہیں اٹھتے ہی نہیں۔ تو فرض واجب کو ہم پورا نہیں کرتے، اور نوافل میں خوب زور لگا رہے ہوتے ہیں۔ نوافل اوّل تو اگر صحیح نیت کے ساتھ بھی ہوں تو فرض اور واجب کی کمی کو پورا نہیں کر سکتے اور وہ جو ہمارے نوافل وغیرہ فاسد نیت سے ہوتے ہیں تو محض شیطان کے راستے پر سب کچھ چلا جاتا ہے۔

محققین اور غیر محققین:

فرمایا کہ صوفیاء میں محققین اور غیر محققین دو قسم کے گروہ ہیں۔ محققین انھیں کہتے ہیں جس طرح کہ کوالیفائڈ ڈاکٹر ہوں، اور غیر محققین جس طرح کہ عطائی (Quake) ہوں۔ تو مستند اور عطائی ڈاکٹر صاحبان ہوتے ہیں۔

حضرت تھانویؒ سے کسی نے پوچھا، غالباً مواعظ میں ہے، کہ حضرت کوئی خاص فرق تو نہیں ہے، حکیم فلانا بھی علاج کرتا ہے اور پنساری فلانا بھی علاج کرتا ہے۔ پرانے زمانے میں حکیم اور پنساری ہوتے تھے۔ حکیم وہ ہوتا تھا جو مستند ہوتا تھا، بیماریوں کو جانتا تھا، تشخیص کو جانتا تھا، علاج کو جانتا تھا اور پنساری وہ ہوتا تھا جس نے صرف جڑی بوٹیاں اور معجون وغیرہ رکھے ہوتے تھے۔ پنساری بھی علاج کرتا ہے اور حکیم بھی علاج کرتا ہے، حکیم کے آدمی بھی ٹھیک ہوجاتے ہیں اور پنساری کے آدمی بھی ٹھیک ہوجاتے ہیں۔ کبھی حکیم کا آدمی بھی مر جاتا ہے اور کبھی پنساری کا بھی مر جاتا ہے، تو کوئی خاص فرق تو نہ ہوا۔ حضرت تھانویؒ نے فرمایا بڑا فرق ہے، فرق یہ ہے کہ جو مستند ہے اس سے اگر آدمی مرے گا تو اس کی پکڑ نہیں ہے، وہ گنہگار نہیں ہے اور جو غیر مستند ہے اس سے جب آدمی مرے گا تو اس کی پکڑ ہوگی اور یہ گنہگار ہوگا۔ جب مستند حکیم نے اپنا علم صحیح طرح استعمال کیا، محنت کی، غور کیا، فکر کی، مریض کا علاج کیا اور

پھر مریض مر گیا تو یہ بشری خطاء ہوگئی، انسانوں کی بشری خطاء کو شریعت مانتی ہے۔ ہمارے گاؤں کے ایک حکیم صاحب تھے، انھوں نے ایک مریض کو غلطی سے علاج والی گولی کھلانے کی بجائے چوہوں کو مارنے والی گولی کھلا دی، اور جب کھلائی تو بس آدمی کی موت ہوگئی۔ بشری خطاء کو اللہ تعالیٰ نے تسلیم کیا ہے، اس لیے فتوے میں اور علاج دونوں میں بشری خطاء کو شریعت نے مانا ہوا ہے۔ اگر فتویٰ دینے والا مفتی تھا، اس کا علم صحیح تھا، مشق اس کی پوری تھی، اس نے خوب دھیان سے فتویٰ لکھ کر دیا لیکن اس سے چوک ہوگئی، خطاء ہوگئی اور اگلے آدمی نے اس پر عمل کرلیا تو نہ فتویٰ دینے والا گنہگار رہے نہ عمل کرنے والا گنہگار رہے۔ ہاں جب خطاء کا پتہ چل گیا اور ندامت ہوگئی اور آدمی توبہ تائب ہوگیا اور اگلے آدمی کو اطلاع کردی کہ مجھ سے فتویٰ غلط ہوگیا تھا آپ اپنے عمل کو دُرست کرلیں، تو دونوں گرفت میں نہیں ہیں۔

غیر محقق وہ ہوتا ہے جو نوافل اور مستحب اعمال میں کوشش کررہا ہوتا ہے جبکہ محققین کو پتہ ہوتا ہے کہ قرب کا سب سے بڑا ذریعہ ارکان وفرائض کو پورا کرنے میں ہے، اور حرام وکبیرہ گناہ سے بچنے میں ہے۔ حرام اور کبیرہ گناہوں سے بچ کر ارکان وفرائض کو پورا کرنا یہ سب سے زیادہ قربِ الٰہی کا راستہ ہے، اور سب سے زیادہ تیز رفتار اسی میں ہے۔ اس کو کرنے کے بعد پھر نوافل کی کوشش ہے، وہ پھر اور قرب کو بڑھاتی ہے۔ نوافل کو تو لازم کیا نہیں گیا ہے۔ فرائض اور ارکان کی کمی نوافل نہیں پورا کرسکتے۔ یہ عام اُصول جو حدیث شریف میں آیا ہے کہ ستر نوافل کو ایک فرض کے بدلے میں شمار کیا گیا ہے۔ کسی نے ایک فرض میں کوتاہی کی ہوئی ہے تو ستر نوافل مل کر اس کا ازالہ کریں گے۔ اس اُصول کو سامنے رکھا جائے تو زکوٰۃ کے اور فرض صدقات کا ایک روپیہ ادا نہ کرنے کا نقصان ستر روپے نفلی صدقہ سے پورا کیا جائے گا۔ تو آدمی نماز میں، زکوٰۃ میں، حج میں اور روزے میں کیوں کوتاہی کرے جبکہ یہ قربِ خداوندی کا سب سے قریبی، مؤثر اور مختصر (short cut) راستہ ہے۔ فرض نماز کا جماعت سے اور تکبیرِ اولیٰ سے ہونا، زکوٰۃ کا پورا ادا ہونا، حج فرض ہے تو اس کا مکمل کرنا، اس لیے کہتے ہیں کہ اہلِ علم کا تھوڑا عمل بہت اجر وثواب دِلانے والا ہوتا ہے۔ اور عابد گو اس کی بڑی عبادت ہو لیکن علم نہ ہو تو اس کی بہت زیادہ محنت اس کو تھوڑا دلاتی ہے۔

(جاری ہے)

علاج میں احتیاط

(ڈاکٹر عبدالحمید صاحب، سرجیکل بی وارڈ، خیبر تدریسی ہسپتال، پشاور)

بندہ نے 'غزالی' کے اپریل ۲۰۱۰ء کے شمارہ میں اپنے اُستادِ محترم ڈاکٹر سفیر صاحب کا ایک دوائی Clopidegril کے بارے میں تبصرہ دیکھا جو 'ضروری' کے عنوان سے شائع ہوا۔ بندہ کے مشاہدہ میں اس مہینے دو مریض ایسے آئے جو یہ دوائی استعمال کر رہے تھے اور وہ ڈاکٹروں کی بے احتیاطی سے سخت تکلیف میں مبتلا ہوئے۔

۱۔ میرے ایک ساتھی نے شام کو ایک مریضہ کی بواسیر کا آپریشن کیا۔ صبح آپریشن تھیٹر میں ہاؤس آفیسر نے بتایا کہ مریضہ کا بلڈ پریشر کافی نیچے آ گیا ہے اور مریضہ پر بے ہوشی طاری ہے اور ہم اس کو دوبارہ آپریشن تھیٹر منتقل کر رہے ہیں کہ اگر کوئی شریان یا ورید باندھنے سے رہ گئی ہو تو وہ باندھ دیں۔ مریضہ کا دورانِ بے ہوشی جب دوبارہ معائنہ کیا گیا تو یہ خون زخم سے رس رہا تھا۔ تحقیق کرنے پر معلوم ہو کہ وہ دل کی مریضہ ہے اور ڈاکٹر نے اسے مندرجہ بالا دوائی تجویز کی ہے جو وہ استعمال کر رہی تھی۔ دوائی کو بند کرنا پڑا۔

اس لئے مریض سے آپریشن سے پہلے اُن دوائیوں کی پوری معلومات کرنی ہوتی ہیں کیونکہ بعض دوائیاں آپریشن سے چند دن پہلے بند کرانا ضروری ہوتا ہے۔ ورنہ کبھی کبھی ناقابلِ تلافی نقصان ہو جاتا ہے۔

۲۔ ایک مریض ایمرجنسی میں داخل ہوا کہ چھوٹے پیشاب میں خون آ رہا تھا۔ بندے نے صبح اپنے ڈسپنسر سے اس مریض کو تین رویہ (three way) پیشاب کی نالی ڈلوائی اور مثانہ دھو کر صاف کروایا۔ بندہ نے جب مریض کی دوائیاں دیکھیں تو اُس میں یہی دوائی موجود پائی جس کو بندے نے خود بند کروایا۔ اس طرح مریض ٹھیک ہو کر دوسرے وارڈ منتقل ہو گیا۔

اس کے برعکس ڈسپرین جو کہ اس دوائی کے بدلے میں استعمال ہو سکتی ہے اس کے ساتھ بندہ نے اپنی تربیت کے دوران کوئی ایسا کیس نہیں دیکھا۔

عید کی نماز (آخری قسط)

(مفتی شوکت صاحب، صوابی)

عید گاہ کتنی دور ہو؟

عیدگاہ نبوی ﷺ کے بارے میں لکھا ہے:

"واما الموضع الذی کان یصلی النبی ﷺ فیہ صلوٰۃ العیدین ھو موضع فی الصحراء خارج المدینۃ المنورۃ فی جانب الغربی من المسجد النبوی ﷺ وبینہ وبین المسجد الشریف الف اذرع"

(فتاویٰ دیوبند ۱۸۸/۵)

ترجمہ: اور جہاں پر نبی ﷺ صلوٰۃ عید پڑھا کرتے تھے وہ مدینہ منورہ سے باہر صحرا میں ایک جگہ تھی جو مسجد نبوی ﷺ سے مغرب کی جانب واقع تھی اور اس جگہ اور مسجد نبوی ﷺ کے درمیان ایک ہزار گز کا فاصلہ تھا۔

حضرت مولانا مفتی کفایت اللہؒ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

"عیدگاہ کو آبادی سے باہر ہونا چاہئے۔ فاصلہ کی کوئی مقدار میری نظر سے نہیں گزری صرف یہ بات کتابوں میں موجود ہے کہ عیدگاہ کو آبادی سے باہر ہونا چاہئے۔

(کفایت المفتی، کتاب الوقف، ج ۷، ص ۱۱۱)

عید گاہ کس سمت میں ہو؟

بعض لوگوں سے سنا ہے کہ عیدگاہ مغرب کی سمت میں ہونی چاہئے، شاید ان حضرات نے یہ سمجھا ہوگا کہ رسول اللہ ﷺ چونکہ مدینہ منورہ سے مغرب کی جانب تشریف لے گئے تھے، لہٰذا عیدگاہ مغرب کی طرف ہی منتخب کرنا ضروری ہے اور جب بجانب مغرب کوئی ایسی جگہ میسر نہ ہو جس میں علاقے کے سارے لوگ سما سکیں تو پھر اس صورت میں مساجد میں پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ حالانکہ احادیث میں منقول لفظ "خروج" پر اگر غور کیا جائے تو اس میں کسی جانب کی تخصیص کی

طرف کوئی اشارہ نہیں ملتا۔حضور ﷺ کا بجانب غربی تشریف لے کر جانا ایک اتفاقی امر تھا،اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جانب غربی کے علاوہ دیگر جوانب میں ایسی کھلی جگہ نہ تھی۔بہر حال سنت رسول ﷺ میں اصل مقصود خروج الی الجبانہ تھا۔فتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں تحریر فرماتے ہیں:

”شریعت میں عیدگاہ کیلئے تخصیص کسی جانب نہیں ہے بلکہ مسنون صرف یہ ہے کہ شہر سے باہر جاکر نماز عیدین ادا کی جائے...............(فتاویٰ دیوبند ۵/۱۹۵)

کفایت المفتی میں ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

” اگر شہر بڑا ہو،کہ اس کی تمام مسلم آبادی ایک سمت میں ایک عیدگاہ میں جمع ہونا مشکل ہو تو دوسری سمت میں دوسری عیدگاہ بنانے میں مضائقہ نہیں۔ (کفایت المفتی کتاب الوف،ج ۷،ص ۱۱۱)

طریقہ کار کیا ہوگا۔؟

اس مقصد کیلئے ہم دو کام کرینگے تو انشاءاللہ ہمیں یہ عظیم کامیابی حاصل ہوجائیگی۔

اوّل باہر کھیتوں میں عارضی طور پر ایک قطعہ (مناسب مقدار) زمین ہموار کی جائے، جس کیلئے طریقہ یہ اختیار کرے۔کہ پہلے مالک زمین سے اجازت لی جائے پھر اس کے بعد علاقے کے نوجوانوں کو اس عمل عظیم کے فضائل وبرکات سنا کر اس کام کیلئے تیار کیا جائے۔وہ عید کے دن سے ایک،دودن پہلے یہ کام پایہ تکمیل تک پہنچادیں۔

دوسرا کام صفوں کا انتظام ہے،اس کیلئے ایک طریقہ تو یہ اختیار کیا جاسکتا ہے کہ علاقہ کی تمام مساجد کے انتظامیہ والے اپنی اپنی نگرانی میں اپنی مسجد کے مقتدیوں کے برابر انتظامات مکمل کریں۔دوسرا طریقہ یہ ہوسکتا ہے،کہ علاقہ بھر کی سطح پر مساجد کے انتظامیہ کے لوگ آپس میں بیٹھ کر اس مقصد کے لئے ایک کمیٹی تشکیل دیں۔یہ کمیٹی عیدین کے موقع پر ان تمام تر انتظامات کی ذمہ دار ہوگی۔یہ کمیٹی اپنے طور پر ایسا طریقہ کار اپنائے کہ میدان کی فراہمی،اس کے اندر صفوں کا انتظام اور اس کے علاوہ لاؤڈ سپیکر اور بجلی یا بیٹری کا بندوبست ایسے بہتر طریقہ سے ہوجائے جس سے تمام مجمع کی ضرورت صحیح طریقے سے پوری ہوجائے۔اس کمیٹی کیلئے ایک اجتماعی فنڈ کی بھی ضرورت پڑے گی

جس کے حصول کا طریقہ یہ ہوسکتا ہے، کہ تمام مساجد کے انتظامیہ کو اپنے اپنے حلقوں سے وصولی کا ذمہ دار قرار دیا جائے۔ یہ حضرات اپنے حلقوں میں ایسی ترغیب چلائیں کہ
”جس طرح ہم پر اپنے محلے کی مسجد کی تعمیر اور دیکھ بھال لازم ہے تو اسی طرح ہماری یہ بھی ذمہ داری ہے کہ ہم نماز عید کیلئے تمام لوازمات پورے کریں۔ اس کیلئے باقی ضروریات کے علاوہ ہمارے حلقے کی ذمہ داری یہ ہے کہ ہم ”عیدگاہ کمیٹی“ کو اتنی رقم دیں“۔ انشاء اللہ اس طریقے سے ضروری رقم اپنے اپنے حلقوں سے آسانی سے جمع ہو جائے گی۔

آسان طریقہ:

یا یہ طریقہ اختیار کیا جائے اور یہ نہایت آسان طریقہ ہے، کہ سب لوگ یا تو اپنے لئے خود جائے نماز کا بندوبست کر کے اپنا انتظام (چادر، مصلی وغیرہ) ساتھ لے جائیں۔ جسے (own arrangement) کہا جاتا ہے۔ یہ صورت ظاہری طور پر مشکل نظر آتی ہوگی، لیکن حقیقت میں نہایت سہولت اس میں مضمر ہے۔

قارئین حضرات! یہ تو اس فقیر کے ناقص ذہن کا اختراع تھا جس کو انتظامی امور (management) کے ساتھ دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ علاقہ کے ذمہ دار اور اچھی سوچ رکھنے والے حضرات اس مقصد کیلئے بہتر سے بہتر حل نہایت آسانی کے ساتھ تلاش کر کے قوم کے سامنے پیش کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ اگر انتظام کے باوجود بھی ہم مسلمانوں کو تھوڑی بہت مشقت پورے سال (۱۲ مہینوں) میں صرف دو دفعہ، وہ بھی تھوڑے وقت کیلئے، برداشت کرنا پڑے، تو کوئی بات نہیں اللہ تعالیٰ ہمیں اس تکلیف سے زیادہ اس سنت پر اجر عطا فرمائینگے۔

ضرورت:

اب ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ علاقے کی ذمہ دار شخصیات اس سنت متروکہ کے احیاء کے لئے فکرمند ہو جائیں۔ اور عوام المسلمین اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے حبیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت دل میں لے کر ان حضرات کے ساتھ ہر قسم کا تعاون کریں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نبی کریم

ﷺ کی پیاری سنتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

ایک پرزور اپیل:

آخر میں یہ فقیراوّل جملہ اہل علم حضرات سے ایک پرزور اپیل کرتا ہے۔ کہ بحوالۂ حدیث، جس نے زمانہ فساد میں ایک سنت زندہ کیا تو اس کیلئے سو شہیدوں کا اجر ہے، ثانیاً ان اہل اسلام سے جو اپنے حق میں سرکار دو عالم ﷺ کا امتی ہونا فخر سمجھتے ہیں، (اپیل یہ ہے) کہ آج کے بعد ہم پوری توجہ کے ساتھ اس سنت متروکہ کے احیاء کیلئے اپنے اپنے علاقوں میں بھرپور کوشش کریں۔

علماء کرام کی خدمت میں یہ مؤدبانہ گزارش ہے، کہ اس مقصد کیلئے ذمہ دار حضرات اپنے علاقوں کے جملہ علماء اور ائمہ حضرات کا ایک اجلاس بلا کر متفقہ طور پر ایک مشورہ کر کے یہ فیصلہ کریں کہ آئندہ کیلئے ہم اپنی اپنی مساجد میں عیدین کی نماز علیحدہ علیحدہ بالکل نہیں پڑھیں گے۔

دوسرا یہ فیصلہ کریں کہ اس مقصد کیلئے اپنے گاؤں، شہر سے باہر (اگر معروف عیدگاہ نہ ہو) ایک کھلے میدان میں علاقہ کے تمام فرزندان توحید ایک امام کے پیچھے عید کی نماز اکھٹے پڑھتے ہوئے ختم الانبیاء، سرکار دو عالم، تاجدار مدینہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی وہ مبارک سنت زندہ کریں، جس کیلئے آپ ﷺ نے مسجد نبوی جیسے مقدس مقام کو چھوڑ کر مدینہ منورہ سے ایک ہزار گز دوری کے فاصلے پر باہر صحرا میں تشریف لے جایا کرتے تھے۔

واہ ! کیا بات ہے! جب ہمارے اور آپ سب کے آقا سرکار دو عالم ﷺ کے دربار میں یہ حسین وجمیل اور نورانی منظر پیش کیا جا رہا ہوگا۔ یہ دیکھ کر اللہ کے حبیب ﷺ کتنے خوش ہونگے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو رسول اللہ ﷺ کی تمام سنت ﷺ کے احیاء اور خصوصاً آج کے پرفتن دور میں اس عظیم سنت صلوٰۃ العید فی الجبانۃ (باہر میدان میں نماز عید) پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

آمین یا رب العالمین بحرمۃ سید المرسلین ﷺ۔

شوکت علی قاسمی ۲۰ شوال ۱۴۲۷ھ

☆☆☆☆☆☆☆

اللّٰہ تبارک وتعالیٰ کی صفتِ علم:

فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی صفت علم ہے، اللہ تعالیٰ عالم ہے اور اللہ نے صفتِ علم کا پَرتو اور تجلی زمین پر کی تو اس سے علوم اور حقائق کی شکل میں وہ چیزیں زمین کی طرف آئیں اور اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اس لیے دیں کہ وہ زندگی گزاریں اور مقصدِ پیدائش یعنی اللہ تعالیٰ کی پہچان اور عبادت کو پورا کریں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o

یَا مُصَوِّرُ یَا مُصَوِّرُ یَا مُصَوِّرُ وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَۃٍ مِّنْ طِیْنٍ o ثُمَّ جَعَلْنٰہُ نُطْفَۃً فِیْ قَرَارٍ مَّکِیْنٍ o ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَۃَ عَلَقَۃً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَۃَ مُضْغَۃً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَۃَ عِظٰمًا فَکَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ق ثُمَّ اَنْشَأْنٰہُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ o رَبِّ ھَبْ لِیْ مِنَ الصَّالِحِیْنِ o رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْوَارِثِیْن o رَبِّ ھَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ ذُرِّیَّۃً طَیِّبَۃً ط اِنَّکَ سَمِیْعُ الدُّعَاءِ ط یَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنٰثًا وَّیَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّکُوْرَا ط اِلٰھِی بَحُرْمَتِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ وَ اَھْلِ بَیْتِ الْعِظَّام.

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o

یَا مُصَوِّرُ یَا مُصَوِّرُ یَا مُصَوِّرُ وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَۃٍ مِّنْ طِیْنٍ o ثُمَّ جَعَلْنٰہُ نُطْفَۃً فِیْ قَرَارٍ مَّکِیْنٍ o ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَۃَ عَلَقَۃً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَۃَ مُضْغَۃً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَۃَ عِظٰمًا فَکَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ق ثُمَّ اَنْشَأْنٰہُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْن o رَبِّ ھَبْ لِیْ مِنَ الصَّالِحِیْن o رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْوَارِثِیْن o رَبِّ ھَبْ لِیْ مِنْ لَدُنْکَ ذُرِّیَّۃً طَیِّبَۃً ط اِنَّکَ سَمِیْعُ الدُّعَاءِ ط یَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنٰثًا وَّیَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّکُوْرَا ط اِلٰھِی بَحُرْمَتِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ وَ اَھْلِ بَیْتِ الْعِظَّام.

دارۂ اشرفیہ عزیزیہ کی تربیتی ترتیب

حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانی پشاوری رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کی روشنی میں تربیتی ترتیب کو تین درجوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

درجہ اوّل: تعلیم الاسلام (مفتی کفایت اللہ صاحبؒ) کا چار پانچ مرتبہ مطالعہ تاکہ مسائل ذہن نشین ہو جائیں، جہاں سمجھ نہ آئے خود فیصلہ کرنے کی بجائے علماء سے پوچھنا، استعداد اچھی ہو تو اپنے گھر یا مسجد میں چند ساتھیوں کے ساتھ مل کر اس کو سبقاً سبقاً پڑھنا۔

اُم الامراض، اکابر کا سلوک و احسان، فیضِ شیخ (حضرت مولانا زکریاؒ)

تسہیلِ قصد السبیل، تسہیل المواعظ، اصلاحی نصاب (دس رسالوں کا مجموعہ از حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)

درجہ دوم: بہشتی زیور، ملفوظاتِ حکیم الامت (مولانا اشرف علی تھانویؒ)، اُسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (حضرت ڈاکٹر عبدالحیٔ صاحبؒ)، آپ بیتی (حضرت مولانا زکریاؒ)، تذکرۃ الاولیاء (شیخ فریدالدین عطارؒ) اور کیمیائے سعادت (امام غزالیؒ)

درجہ سوم: سلوکِ سلیمانی (حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانیؒ) تربیت السالک، التکشف، بوادر نوادر، انفاس عیسیٰ، بصائر حکیم الامت (حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)، احیاء العلوم (امام غزالیؒ)

جہری ذِکر کی احتیاط اور طریقہ

سارے تصوف کے سلاسل کی طرح ہمارے سلسلہ میں بھی ذِکر کو قلب کی اصلاح میں بطور بنیادی

ذریعہ شامل کیا گیا ہے۔سلسلہ کی ترتیب میں چشتیہ صابر یہ جہری طریقہ ذِکر،ضرب کے ساتھ اختیار کیا گیا ہے۔ پہلے درجہ میں صرف سوبار **لاالہ الا اللّٰہ**،سوبار **الا اللّٰہ** اورسوبار **اللّٰہ** کا ذِکر کیا جاتا ہے۔دوسرے اور تیسرے درجہ میں **لا الہ الا اللّٰہ** دوسوبار،**الا اللّٰہ** چارسوبار **اللّٰہُ اللّٰہ** چھ سوبار، **اللّٰہ** سوبار کی اجازت دی جاتی ہے۔

کتابوں کا مطالعہ تو ہرکوئی کرسکتا ہے جبکہ جہری ذِکر کی ترتیب کے لیے بیعت،مشورہ اوراس کے طریقہ کو بالمشافہ (آمنے سامنے) سیکھنا ضروری ہے،خود سے کرنے میں ذہنی وجسمانی نقصان کا خطرہ ہوسکتا ہے۔

ایک ناقابلِ انکار حقیقت

انسان خدا تعالیٰ کا انکار کرسکتا ہے، رسول کا انکار کرسکتا ہے آخرت کا انکار کرسکتا ہے لیکن ایک ایسی حقیقت جس کا انکار نہیں کرسکتا وہ موت ہے۔

؎ جان جانی ہے جا کر رہے گی — موت آنی ہے آ کر رہے گی

کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ط وَ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَکُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ط فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ

ترجمہ: ہر جی کو چکھنی ہے موت اور تم کو قیامت کے دن پورے بدلے ملیں گے۔ پھر جو کوئی دور کیا گیا دوزخ سے اور داخل کیا گیا جنت میں اُس کا کام تو بن گیا۔

؎ پھول بننے کی خوشی میں مسکرائی تھی کلی — کیا خبر تھی یہ تغیر موت کا پیغام ہے

اَلْمَوْتُ قَدَحٌ کُلُّ نَفْسٍ شَارِبُوْهَا — وَالْقَبْرُ بَابٌ کُلُّ نَفْسٍ دَاخِلُوْهَا

ترجمہ:موت ایک پیالہ ہے جسے ہر نفس نے پینا ہے اور قبر ایک دروازہ ہے جس سے ہر نفس نے داخل ہونا ہے۔

حضرت مولانا محمد اشرف صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ اُن کے شیخ حضرت شاہ عبدالعزیز دعا جو دہلوی رحمت اللہ علیہ تہجد سے پہلے یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

شب تاریک، رہ باریک، منزل دور، من تنہا — دستم گیر یا اللہ! ، دستم گیر

یا اللہ!

رات اندھیری، راہ ہے ٹیڑھی، منزل دور اور ہم تنہا پکڑیو ہاتھ یا اللہ!، پکڑیو ہاتھ یا اللہ!

بہرحال جن کی آخرت آباد ہے اُن کے لئے تو بشارت ہے:

اَلْمَوْتُ جِسْرٌ یُّوْصِلُ الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ

ترجمہ: موت ایک پُل ہے جو دوست کو دوست سے ملا دیتا ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ یہی شعر پڑھا کرتے تھے:

بلا سے نزع میں تکلیف کیا ہے سکونِ خاطر بھی کم نہیں ہے
کسی سے ملنے کی ہیں اُمیدیں کسی سے چھٹنے کا غم نہیں ہے

یہ عالم عیش و عشرت کا یہ حالت کیف و مستی کی بلند اپنا تخیل کر یہ سب باتیں ہیں پستی کی
جہاں دراصل ویرانہ ہے گو صورت ہے بستی کی بس اتنی سی حقیقت ہے 'فریبِ خوابِ ہستی' کی
کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی افسانہ ہو جائے

ادارۂ اشرفیہ عزیزیہ کی تربیتی سرگرمیاں

اِدارۂ اشرفیہ عزیزیہ، جو بندہ کے شیخ حضرت مولانا محمد اشرف صاحب سلیمانی پشاوریؒ اور حضرت مولانا محمد اشرف صاحبؒ کے شیخ شاہ عبدالعزیز دعاجو دہلویؒ کی یاد میں قائم ہوا ہے، سالانہ مندرجہ ذیل اصلاحی سرگرمیوں میں مصروف رہتا ہے۔

۱۔ درسِ قرآن: ہفتہ میں چھ دن بعد نماز عشاء، مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۲۔ مجلسِ ملفوظات: ہفتہ میں سات دن بوقتِ اشراق، مسجدِ فردوس، پشاور یونیورسٹی۔

۳۔ مجلسِ ذکر: بروزِ اتوار مغرب تا عشاء، مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۴۔ مجلسِ ذکر: بروزِ پیر مغرب تا عشاء، مسجدِ نور، فیز تھری، حیات آباد، پشاور۔

۵۔ مجلسِ ذکر: بروزِ منگل مغرب تا عشاء، مسجدِ فردوس، پشاور یونیورسٹی۔

۶۔ عورتوں کی مجلس: بروزِ ہفتہ عصر تا مغرب، حضرت مولانا اشرف صاحبؒ کے گھر، دھوبی گھاٹ، پشاور یونیورسٹی۔

۷۔ جمعہ کا خطبہ: مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۸۔ ماہوار اجتماع: اس کے لئے تاریخ مقرر کی جاتی ہے۔ اجتماع بروزِ ہفتہ مغرب سے شروع ہوکر بوقت چاشت اتوار کو ختم ہوتا ہے۔ مہمانوں کے قیام وطعام کا بندوبست ادارہ کی طرف سے ہوتا ہے۔

۹۔ رمضان: پہلے بیس دن ہر روز مغرب سے پہلے مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی میں مجلسِ ذکر ہوتی ہے۔ مہمانوں کا افطار ادارہ کی طرف سے ہوتا ہے۔ آخری عشرہ میں تربیتی اعتکاف ہوتا ہے جس میں کثیر تعداد شرکت فرماتی ہے۔

۱۰۔ موسمِ گرما کا اجتماع: موسمِ گرما میں شمالی علاقہ جات میں کسی ٹھنڈے مقام پر سالانہ

اجتماع منعقد کیا جاتا ہے۔

(ڈاکٹر فدا محمد مد ظلہٗ)

☆☆☆☆☆☆☆

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ o

يَا مُصَوِّرُ يَا مُصَوِّرُ يَا مُصَوِّرُ وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ o ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ o ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ق ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ o رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ o رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِيْنَ o رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ط اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَاءِ ط يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنٰثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَا ط اِلٰهِيْ بِحُرْمَتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ اَهْلِ بَيْتِ الْعِظَّامِ.

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ o

يَا مُصَوِّرُ يَا مُصَوِّرُ يَا مُصَوِّرُ وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ o ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً

فِیْ قَرَارٍ مَّکِیْنٍ o ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَکَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ق ثُمَّ اَنْشَئْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَکَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ o رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ o رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْوَارِثِیْنَ o رَبِّ هَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ ذُرِّیَّةً طَیِّبَةً ط اِنَّکَ سَمِیْعُ الدُّعَاءِ ط یَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنٰثًا وَّیَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّکُوْرَا ط اِلٰهِی بِحُرْمَتِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمْ وَ اَهْلِ بَیْتِ الْعِظَّام.

ادارۂ اشرفیہ عزیزیہ کی تربیتی ترتیب

حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانی پشاوری رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کی روشنی میں تربیتی ترتیب کو تین درجوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

درجہ اوّل: تعلیم الاسلام (مفتی کفایت اللہ صاحبؒ) کا چار پانچ مرتبہ مطالعہ تاکہ مسائل ذہن نشین ہو جائیں، جہاں سمجھ نہ آئے خود فیصلہ کرنے کی بجائے علماء سے پوچھنا، استعداد اچھی ہو تو اپنے گھر یا مسجد میں چند ساتھیوں کے ساتھ مل کر اس کو سبقاً سبقاً پڑھنا۔

اُم الامراض، اکابر کا سلوک واحسان، فیضِ شیخ (حضرت مولانا زکریاؒ)

تسہیلِ قصد السبیل، تسہیل المواعظ، اصلاحی نصاب (دس رسالوں کا مجموعہ از حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)

درجہ دوم: بہشتی زیور، ملفوظاتِ حکیم الامت (مولانا اشرف علی تھانویؒ)، اُسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (حضرت ڈاکٹر عبدالحئی صاحبؒ)، آپ بیتی (حضرت مولانا زکریاؒ)، تذکرۃ الاولیاء (شیخ فریدالدین عطارؒ) اور کیمیائے سعادت (امام غزالیؒ)

درجہ سوم: سلوکِ سلیمانی (حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانیؒ) تربیت السالک، التکشف، بوادر نوادر، انفاس عیسیٰ، بصائر حکیم الامت (حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)، احیاء العلوم (امام غزالیؒ)

جھری ذِکر کی احتیاط اور طریقہ

سارے تصوف کے سلاسل کی طرح ہمارے سلسلہ میں بھی ذِکر کو قلب کی اصلاح میں بطور بنیادی ذریعہ شامل کیا گیا ہے۔ سلسلہ کی ترتیب میں چشتیہ صابریہ جھری طریقہ ذِکر، ضرب کے ساتھ اختیار کیا گیا ہے۔ پہلے درجہ میں صرف سو بار **لا الہ الا اللّٰہ**، سو بار **الا اللّٰہ** اور سو بار **اللّٰہ** کا ذِکر کیا جاتا ہے۔ دوسرے اور تیسرے درجہ میں **لا الہ الا اللّٰہ** دو سو بار، **الا اللّٰہ** چار سو بار **اللّٰہُ اللّٰہ** چھ سو بار، **اللّٰہ** سو بار کی اجازت دی جاتی ہے۔

کتابوں کا مطالعہ تو ہر کوئی کر سکتا ہے جبکہ جھری ذِکر کی ترتیب کے لیے بیعت، مشورہ اور اس کے طریقہ کو بالمشافہ (آمنے سامنے) سیکھنا ضروری ہے، خود سے کرنے میں ذہنی وجسمانی نقصان کا خطرہ ہو سکتا ہے۔

ایک ناقابلِ انکار حقیقت

انسان خدا تعالیٰ کا انکار کر سکتا ہے، رسول کا انکار کر سکتا ہے آخرت کا انکار کر سکتا ہے لیکن ایک ایسی حقیقت جس کا انکار نہیں کر سکتا وہ موت ہے۔

ے جان جانی ہے جا کر رہے گی موت آنی ہے آ کر رہے گی

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ط وَ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ط فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ

ترجمہ: ہر جی کو چکھنی ہے موت اور تم کو قیامت کے دن پورے بدلے ملیں گے۔ پھر جو کوئی دور کیا گیا دوزخ سے اور داخل کیا گیا جنت میں اُس کا کام تو بن گیا۔

ے پھول بننے کی خوشی میں مسکرائی تھی کلی کیا خبر تھی یہ تغیر موت کا پیغام ہے

اَلْمَوْتُ قَدَحٌ كُلُّ نَفْسٍ شَارِبُوْهَا وَالْقَبْرُ بَابٌ كُلُّ نَفْسٍ دَاخِلُوْهَا

ترجمہ: موت ایک پیالہ ہے جسے ہر نفس نے پینا ہے اور قبر ایک دروازہ ہے جس سے ہر نفس نے داخل ہونا ہے۔

حضرت مولانا محمد اشرف صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ اُن کے شیخ حضرت شاہ عبدالعزیز دعا جو دہلوی رحمت اللہ علیہ تہجد سے پہلے یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

شب تاریک، رہ باریک، منزل دور، من تنہا دستم گیر یااللہ!، دستم گیر یااللہ!

رات اندھیری، راہ ہے ٹیڑھی، منزل دور اور ہم تنہا پکڑیو ہاتھ یااللہ!، پکڑیو ہاتھ یا اللہ!

بہرحال جن کی آخرت آباد ہے اُن کے لئے تو بشارت ہے:

اَلْمَوْتُ جَسْرٌ يُّوْصَلُ الْحَبِيْبَ اِلَى الْحَبِيْب

ترجمہ: موت ایک پُل ہے جو دوست کو دوست سے ملا دیتا ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ ہی شعر پڑھا کرتے تھے:

؎ بلا سے نزع میں تکلیف کیا ہے سکونِ خاطر بھی کم نہیں ہے
کسی سے ملنے کی ہیں اُمیدیں کسی سے چھٹنے کا غم نہیں ہے

یہ عالم عیش وعشرت کا یہ حالت کیف و مستی کی بلند اپنا تخیل کر یہ سب باتیں ہیں پستی کی
جہاں دراصل ویرانہ ہے گو صورت ہے بستی کی بس اتنی سی حقیقت ہے 'فریبِ خوابِ ہستی' کی
کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی افسانہ ہو جائے

ادارۂ اشرفیہ عزیزیہ کی تربیتی سرگرمیاں

اِدارۂ اشرفیہ عزیزیہ، جو بندہ کے شیخ حضرت مولانا محمد اشرف صاحب سلیمانی پشاوریؒ اور حضرت مولانا محمد اشرف صاحبؒ کے شیخ شاہ عبدالعزیز دعا جو دہلویؒ کی یاد میں قائم ہوا ہے، سالانہ مندرجہ ذیل اصلاحی سرگرمیوں میں مصروف رہتا ہے۔

۱۔ درسِ قرآن: ہفتہ میں چھ دن بعد نماز عشاء، مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۲۔ مجلسِ ملفوظات: ہفتہ میں سات دن بوقتِ اشراق، مسجدِ فردوس، پشاور یونیورسٹی۔

۳۔ مجلسِ ذکر: بروزِ اتوار مغرب تا عشاء، مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۴۔ مجلسِ ذکر: بروزِ پیر مغرب تا عشاء، مسجدِ نور، فیز تھری، حیات آباد، پشاور۔

۵۔ مجلسِ ذکر: بروزِ منگل مغرب تا عشاء، مسجدِ فردوس، پشاور یونیورسٹی۔

۶۔عورتوں کی مجلس: بروزِ ہفتہ عصر تا مغرب، حضرت مولانا اشرف صاحبؒ کے گھر، دھوبی گھاٹ، پشاور یونیورسٹی۔

۷۔جمعہ کا خطبہ: مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۸۔ماہوار اجتماع: اس کے لئے تاریخ مقرر کی جاتی ہے۔اجتماع بروزِ ہفتہ مغرب سے شروع ہوکر بوقت چاشت اتوار کو ختم ہوتا ہے۔مہمانوں کے قیام وطعام کا بندوبست ادارہ کی طرف سے ہوتا ہے۔

۹۔رمضان: پہلے بیس دن ہر روز مغرب سے پہلے مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی میں مجلسِ ذکر ہوتی ہے۔مہمانوں کا افطار ادارہ کی طرف سے ہوتا ہے۔آخری عشرہ میں تربیتی اعتکاف ہوتا ہے جس میں کثیر تعداد شرکت فرماتی ہے۔

۱۰۔موسمِ گرما کا اجتماع: موسمِ گرما میں شمالی علاقہ جات میں کسی ٹھنڈے مقام پر سالانہ اجتماع منعقد کیا جاتا ہے۔

(ڈاکٹر فدا محمد مد ظلہٗ)

☆☆☆☆☆☆☆